برکات السماء فی حکم اسراف الماء

۱۳۲۷ھ

بے جا پانی خرچ کرنے کے حکم کے بارے میں آسمانی برکات

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین و ملّت،

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بُرکاتُ السّماءِ فی حُکمِ اسرافِ الماء

(بے جا پانی خرچ کرنے کے حکم کے بارے میں آسمانی برکات)

امرپنجم : طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔

اقول ملاحظۂ کلمات علماء سے اس میں چار قول معلوم ہوتے ہیں اُن میں قوی تر دو ہیں، اور فضلِ الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصولِ توفیق اختلاف ہی نہ رہے وباللہ التوفیق۔

(۱) مطلقاً حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اُس وقت بھی بلاوجہ صرف گناہ وناروا ہے، یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرماکر ضعیف کردیا، اور اسی طرح دیگر محققینِ شافعیہ نے اُس کی تضعیف کی۔

(۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنت ہے، حلیہ وبحر الرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمۂ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وامام فقیہ النفس سے بھی اُس کا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کی طرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا:

اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولوکان علی شاطئ البحر والاظھر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام[1]

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ پانی میں اسراف منع ہے اگرچہ سمندر کے کنارے پر ہو، اور اظہر یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے، اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسراف حرام ہے۔ (ت)

منیہ وحلیہ میں فرمایا:

م لایسرف فی الماء[2] ش ای لایستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ[3]

(م کے تحت متن کے الفاظ ہیں ش کے تحت شرح کے ۱۲م) م پانی میں اسراف نہ کرے

ف: مسئلہ وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف کی تحقیق مفرد۔

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب القدر المستحب من الماء الخ دار الفکر بیروت ۲/۱۳۷۴
[2] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۹
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

م وان كان على شط نهر جار[1] ش ذكر شمس الائمة الحلوانى انه سنة وعليه مشى قاضی خان وهو اوجه كما هو غير خاف فالاسراف يكون مكروها كراهة تنزيه وقد صرح النووى انه الاظهر وحكى حرمة الاسراف عن بعض اهل مذهبه وعبارة بعض المتأخرين منهم و الزيادة فى الغسل على الثلث مكروه على الصحيح وقيل حرام وقيل خلاف الاولى[2]

ش یعنی حاجتِ شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال نہ کرے م اگرچہ بہتے دریا کے کنارے ش شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ یہ سنت ہے۔ اسی پر قاضی خاں چلے اور یہ اَوجہ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اسراف مکروہ تنزیہی ہوگا۔ اور امام نووی نے اس کے اظہر ہونے کی تصریح کی اور اسراف کا حرام ہونا اپنے بعض اہلِ مذہب سے حکایت کیا۔ اور ان حضرات شافعیہ کے بعض متاخرین کی عبارت یہ ہے: تین بار سے زیادہ دھونا صحیح قول پر مکروہ ہے اور کہا گیا کہ حرام ہے اور کہا گیا کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

الاسراف هو الاستعمال فوق الحاجة الشرعية وان كان على شط نهر وقد ذكر قاضی خان تركه من السنن ولعله الاوجه فيكون مكروها تنزيها[3]

اسراف یہ ہے کہ حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرے اگرچہ دریا کے کنارے ہو، اور قاضی خاں نے ذکر کیا ہے کہ اس کا ترک سنت ہے اور شاید یہی اَوجہ ہے تو اسراف مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

(۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں، نہ تحریمی نہ تنزیہی، صرف ایک ادب وامر مستحب کے خلاف ہے۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترکِ اسراف کو صرف آداب و مستحبات سے شمار کیا، سنت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔

حلیہ میں ہے:

قال فى البدائع والادب فيما بين الاسراف والتقتير اذ الحق بين الغلو و

بدائع میں فرمایا ادب اسراف اور تقتیر (زیادتی اور کمی) کے درمیان ہے اس لئے کہ حق غلو اور

---

[1] منیۃ المصلی آداب الوضوء مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

التقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطہا انتہی و ذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ[1]

تقصیر (حد سے تجاوز اور کوتاہی) کے مابین ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کاموں میں بہتر درمیانی ہیں، انتہی۔ اور امام حلوانی نے ذکر فرمایا کہ ترکِ اسراف سنّت ہے تو قول اول کی بنیاد پر اسراف مکروہ نہ ہوگا اور ثانی کی بنیاد پر مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے:

فی فتح القدیر ان المندوبات نیف و عشرون ترك الاسراف والتقتیر وکلام الناس[2] الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔

فتح القدیر میں ہے کہ مندوباتِ وضو بیس[2] سے زیادہ ہیں۔ اسراف وتقتیر اور کلام دنیا کا ترک الخ۔ تو ترک مندوب ہونے کی صورت میں اسراف مکروہ نہ ہوگا اور سنّت ہونے کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

(و) من الاداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترك الادب لاباس بہ[3]

(اور) آداب میں سے یہ ہے کہ (پانی میں اسراف نہ کرے) اسے ممنوعات میں شمار کرنا چاہیے تھا اس لئے کہ ترکِ ادب میں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اقول طہارت[ف] میں ترکِ اسراف کا صرف ایک ادب ہونا مذہب و ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضوء میں ایک جنس سنن و آداب وضو میں وضع کی اُس میں فرمایا:

ف: تطفل علی الغنیۃ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان لیتاك سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴

اما سنن الوضوء فنقول من السنة غسل اليدين الی الرسغين ثلثا[1] الخ۔

لیکن وضو کی سنتیں، تو ہم کہتے ہیں سنت ہے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھونا الخ (ت)

پھر سنتیں گنا کر فرمایا:

واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لایسرف فی الماء ولا یقتر وان یشرب فضل وضوئه او بعضه قائما او قاعدا مستقبل القبلة[2] الخ۔

رہے آداب وضو، تو اصل (مبسوط) میں ہے کہ ادب یہ ہے کہ پانی میں نہ اسراف کرے نہ کمی کرے اور اپنے وضو کا بچا ہوا کل یا کچھ پانی کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر قبلہ رُو پی جائے الخ (ت)

اُسی کا بدائع و فتح القدیر وغنیہ وخلاصہ وہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اس سے زائد کس کا اتباع تھا تو اس پر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق۔

(۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا، علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور اسی کو امام قاضی خاں و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے ان کی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالبا مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیۂ کلام ملتقی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

اقول اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوی سے مستفاد

لفحوٰھا اذ المفاھیم معتبرۃ فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرھا ولقضیۃ دلیلھا ایضا کمالا یخفی۔

اس کے مضمون وسیاق کے پیش نظر کیونکہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے جیسا کہ درمختار، غمز العیون اور شامی وغیرہا میں ہے ــــ اور اس کے مقتضائے دلیل کے پیش نظر بھی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

ف: المفاھیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الطہارت الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۱
[2] " " " " " ۱/ ۲۵

شرح تنویر میں ہے :

بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتأمل[1]

بلکہ قہستانی میں جواہر کے حوالے سے ہے کہ بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی بے کار نہ جائے گا، تو تامل کرو۔ (ت)

پھر فرمایا :

مکروہ الاسراف فیہ تحریما لوبماء النہر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطہر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام[2]

پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر دریا کا پانی یا اپنی ملکیت کا پانی استعمال کرے لیکن طہارت حاصل کرنے والوں کے لئے وقف شدہ پانی ہو جس میں مدارس کا پانی بھی داخل ہے تو اسراف حرام ہے۔ (ت)

بحر میں ہے :

صرح الزیلعی بکراھتہ وفی المنتقی انہ من المنہیات فتکون تحریمیۃ[3]

امام زیلعی نے اس کے مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی اور منتقی میں اسے منہیات سے شمار کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)

منحۃ الخالق میں نہر سے ہے :

الظاہر انہ مکروہ تحریما اذ اطلاق الکراھۃ مصروف الی التحریم فما فی المنتقی موافق لما فی السراج[عہ] و

ظاہر یہ ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منتقی کا کلام سراج کے مطابق ہے اور

عہ قال فی المنحۃ صوابہ لما فی الخانیۃ کما لا یخفی اذ لا ذکر للسراج فی قولہ

منحۃ الخالق میں ہے صحیح یہ کہنا ہے کہ "خانیہ کے مطابق" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لئے کہ سراج کا کوئی تذکرہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲
[2] " " " ۱/۲۴
[3] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

السمراد بالسنة السمؤكدة لاطلاق — سنّت سے مراد سنتِ مؤکدہ ہے اس لئے کہ اسراف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا فی الشارح[1] اھ ای صاحب البحر، وانا **اقول** ھذا بعید خطا ومعنی، اما الاول فظاھر اذ لا مناسبۃ بین لفظی السراج والخانیۃ، واما الثانی فلان النھر فرع موافقۃ المنتقی المصرح بکونہ من المنھیات علی اطلاق الکراھۃ فان مطلقھا یحمل علی التحریم ولا ذکر للکراھۃ فی عبارۃ الخانیۃ نعم اراد توجیہ ما فی الخانیۃ الی ما استظھرہ بقولہ بعد[2] والمراد بالسنۃ الخ والاقرب خطا ومعنی بل الذی یجزم السامع بانہ ھو الواقع فی اصل نسخۃ النھر فحرفہ الناسخ ان نقول صوابہ لما فی الشرح و والمراد بالشرح التبیین شرح

نہ تو کلامِ نہر میں ہے نہ کلامِ شارح یعنی کلامِ بحر میں ہے۔ **اقول** یہ خط اور معنی دونوں اعتبار سے بعید ہے اول تو ظاہر ہے اس لئے کہ لفظ "سراج" اور لفظ "خانیہ" میں کوئی مناسبت نہیں۔ اور ثانی اس لئے کہ کلامِ منتقی جس میں اسراف کے منہیات سے ہونے کی تصریح ہے اس کی کلام دیگر کے ساتھ مطابقت کی تفریع صاحبِ نہر نے اس پر فرمائی ہے کہ کراہت مطلق بولی جاتی ہے تو کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے اور عبارت خانیہ میں کراہت کا کوئی تذکرہ نہیں — ہاں انہوں نے کلام خانیہ کی توجیہ اس عبارت سے کرنی چاہی ہے جو بعد میں لکھی ہے کہ سنت سے مراد سنتِ مؤکدہ ہے الخ۔ رسم الخط اور معنی دونوں لحاظ سے قریب تر — بلکہ جسے سننے کے بعد سامع جزم کرے کہ یقیناً نہر کے اصل نسخہ میں یہی ہوگا اور کاتب نے تحریف کر دی ہے — یہ ہے کہ ہم کہیں صحیح عبارت "موافق لما فی الشرح" ہے، یعنی کلام منتقی اس کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲۹

[2] " " " " " " " "

النھی عن الاسراف وبه یضعف جعله مندوبا۔[1]

سے مطلقاً نہی ہے اور اسی سے اُسے مندوب قرار دینا ضعیف ہوجاتا ہے۔(ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی یہاں تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام ونقض وایرام کے لئے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں۔

التنبیه الاول عرض العلامة الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انه تبع قولا لیس لاحد من اھل المذھب حیث قال "قوله تحریما الخ نقل ذلك فی الحلیة عن بعض المتأخرین من الشافعیة وتبعه علیه فی البحر وغیرہ[2] الخ۔

تنبیہ (۱) علامہ شامی نور قبرہ السامی نے محقق صاحبِ بحر پر تعریض فرمائی کہ انہوں نے ایک ایسے قول کا اتباع کرلیا جو اہلِ مذہب میں سے کسی کا نہیں، اس طرح کہ وہ درمختار کے قول تحریما الخ کے تحت لکھتے ہیں، اسے حلیہ میں بعض متاخرین شافعیہ سے نقل کیا ہے جس کی پیروی صاحبِ بحر وغیرہ نے کرلی ہے الخ۔

اقول لم یتبعه[ف] البحر بل

اقول صاحبِ بحر نے اس کی پیروی

ف: معروضة اخرٰی علیه۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مشروح البحر والنھر الکنز للامام الزیلعی فانه ھو الذی صرح بالکراھة واطلقھا ونقله البحر وقرنه بکلام المنتقی واللہ تعالٰی اعلم اھ عفی عنه۔

مطابق ہے جو شرح میں ہے۔ اور شرح سے مراد امام زیلعی کی تبیین الحقائق ہے جو البحر الرائق اور النہر الفائق کے متن کنز الدقائق کی شرح ہے۔ اسی میں کراہت کی صراحت اور اطلاق ہے اسی کو صاحبِ بحر نے نقل کیا اور اس کے ساتھ منتقٰی کا کلام ملادیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹

[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۹

استوجه کراهة التنزیه ثم نقل عن الزیلعی کراهته وعن المنتقی النهی عنه وافادان مقتضاه کراهة التحریم وهذا لیس اختیارا له بل اخبارعما یعطیه کلام المنتقی کما اخبراولا ان قضیة عدم الفتح ترکه من المندوبات عدم کراهته اصلا فلیس فیه میل الیه فضلا عن الاتباع علیه ولاسیما لیس فی کلامه التنصیص بجریان الحکم فی الماء الجاری والاطلاق لایسد ههنا مسد الافصاح بالتعمیم للفرق البین بالتضییع وعدمه، فکیف یجعل متابعا للقول الاول وعن هذا ذکرنا کل من قضیة کلام المنع فی القول الرابع دون الاول اذ لاینسب الی الاول من یفصح بشمول الحکم النهر ایضاً نعم تبعه علیه فی الغنیة اذ قال الاسراف مکروه بل حرام وان کان علی شط نهر جار لقوله تعالی ولاتبذر

نہیں کی بلکہ انھوں نے مکروہ تنزیہی ہونے کو اوجہ کہا پھر امام زیلعی سے اس کا مکروہ ہونا اور ملتقی سے منہی عنہ ہونا نقل کیا اور افادہ کیا کہ اس کا مقتضا کراہت تحریم ہے۔ یہ اس قول کو اختیار کرنا نہ ہوا بلکہ کلام ملتقی سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے اسے بتانا ہوا جیسے اس سے پہلے انھوں نے بتایا کہ صاحب فتح کے ترک اسراف کو مندوبات سے شمار کرنے کا مقتضا یہ ہے کہ اسراف بالکل مکروہ نہ ہو تو اس میں اس کا اتباع درکنار اس کی جانب میلان بھی نہیں، خصوصاً جبکہ ان کے کلام میں آب رواں کے اندر حکم اسراف جاری ہونے کی تصریح بھی نہیں۔ اور مطلق بولنا اس مقام پر حکم کو صاف صریح طور پر عام قرار دینے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لئے کہ پانی کو ضائع کرنے اور نہ کرنے کا بیّن فرق موجود ہے تو انھیں قول اول کا متبع کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے ــ اسی لئے جن حضرات کے کلام کا مقتضا ممانعت ہے انھیں ہم نے قول چہارم میں ذکر کیا، قول اول کے تحت ذکر نہ کیا اس لئے کہ قول اول اسی کی جانب منسوب ہوسکتا ہے جو صاف طور پر اس کا قائل ہو کہ اسراف کا حکم دریا کو بھی شامل ہے۔ ہاں اس قول کی پیروی غنیہ میں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اسراف مکروہ بلکہ حرام ہے اگرچہ نہر جاری کے کنارے ہو اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے

ف: معروضة ثالثة علیه

تبذیرا[1] اھ۔

التنبیہ الثانی کان عرض علی البحر واقی بالتصریح علی الدر فقال ما ذکرہ الشارح ھنا فقد علمت انہ لیس من کلام مشائخ المذھب[2] اھ۔

اقول والدر ایضا مصفی عن ھذا الکدر کدر مکنون وانما اغتر المحشی العلامۃ بقولہ لو بماء النھر و لو یفرق بین تعبیری التوضی من النھر وبماء النھر ورأیتنی کتبت ھھنا علی الدر قولہ لو بماء النھر:

اقول ای فی الارض لا فی النھر وارادتعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلا ینافی ما قدمہ عن القھستانی عن الجواھر[3] اھ ما کتبت علیہ۔

ولا تبذر تبذیرا اور فضول خرچی نہ کر اھ۔ (ت)

تنبیہ (۲) صاحبِ بحر پر تو تعریض کی تھی اور صاحبِ درمختار کے معاملہ میں تو تصریح کردی اور لکھا کہ: "شارح نے یہاں جو بیان کیا تمھیں معلوم ہے کہ وُہ مشائخ مذہب میں سے کسی کا کلام نہیں" اھ

اقول اس کدورت سے دُر بھی کسی دُرِ مکنون کی طرح صاف ہے ۔۔۔ علامہ محشی کو درمختار کے لفظ "لو بماء النھر" سے دھوکا ہوا اور التوضی من النھر اور التوضی بماء النھر (دریا سے وضو کرنا اور دریا کے پانی سے وضو کرنا) کی تعبیروں میں فرق نہ کرسکے۔ یہاں دُرِ مختار کے قول "لو بماء النھر" پر دیکھا کہ میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

اقول (پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے طہارت حاصل کرے) یعنی نہر کے پانی سے زمین میں (وضو کرے) نہر کے اندر نہیں انھوں نے وقف شدہ پانی کو خارج کرنے کے لئے حکم آب مباح اور آب مملوک کو عام کرنا چاہا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں جو وہ قہستانی کے حوالے سے جواہر سے سابقاً نقل کرچکے اھ۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔

ف: معروضۃ رابعۃ علیہ

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ومن الآداب ان یستاک سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴ و ۳۵

[2] رد المحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰

[3] جد الممتار علی رد المحتار المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ (ہند) ۱/ ۹۹

وممااکد الاشتباہ علی العلامۃ المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیۃ نقل مسألۃ الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارۃ الشافعی المتأخر فتمامھا بعد قولہ مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولٰی و محل الخلاف ما اذا توضأ من نھر او ماء مملوک لہ فان توضأ من ماء موقوف حرمۃ الزیادۃ والسرف بلاخلاف لان الزیادۃ غیر ماذون فیھا وماء المدارس من ھذا القبیل لانہ انما یوقف ویساق لمن یتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتھا لغیر ذٰلک اھ[1]۔

اور علامہ شامی کے اشتباہ کو تقویت اس سے بھی ملی کہ محقق حلبی نے آبِ موقوف اور آبِ مدارس کا مسئلہ شافعی متأخر کی عبارت سے نقل کیا کیونکہ ان شافعی کے قول "مکروہ بر قولِ صحیح، اور کہا گیا حرام اور کہا گیا خلافِ اولٰی" کے بعد ان کی بقیہ عبارت یہ ہے: اور محلِ اختلاف وہ صورت ہے جب نہر سے وضو کیا ہو یا اپنی ملکیت کے پانی سے کیا ہو تو زیادتی و اسراف بلااختلاف حرام ہے اس لئے کہ زیادتی کی اجازت نہیں اور مدارس کا پانی اسی قبیل سے ہے اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے لئے وقف ہوتا اور لایا جاتا ہے جو اس سے وضوئے شرعی کریں اور ان کے علاوہ کے لئے اس کی اباحت مقصود نہیں ہوتی اھ۔

ثم رأی المسألتین فی عبارتی البحر والدر ورای الحکم فیھما بکراھۃ التحریم فسبق الی خاطرہ انھما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذٰلک فان حرمۃ الاسراف فی الاوقات مجمع علیھا وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئھما عن تعمیم التحریم، فلم یقولا توضأ من نھر بل قال البحر ھذا اذا کان

پھر علامہ شامی نے یہ دونوں مسئلے بحر اور در کی عبارتوں میں بھی دیکھے یعنی یہ کہ ان دونوں میں کراہت تحریم کا حکم موجود ہے۔ تو ان کا ذہن اس طرف چلا گیا کہ دونوں نے تحریم عام کے قول کی پیروی کر لی ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں۔ اس لئے کہ اوقاف میں اسراف کی حرمت اجماعی ہے اور دونوں حضرات نے تعبیر میں اتنی تبدیلی کر دی جس کے باعث تحریم کو عام قرار دینے سے بری ہو گئے ۔۔ تو ان حضرات نے "توضأ من نھر" (دریا سے وضو کیا) نہ کہا بلکہ بحر نے کہا: ھذا اذا کان

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ماء نہر[1] وقال الدر لو بماء النهر[2] والفرق فی التعبیرین لایخفی علی المتأمل۔

ماء نہر (یہ حکم اس وقت ہے جب دریا کا پانی ہو الخ) اور صاحب درمختار نے کہا، لوبماء النہر (اگر دریا کے پانی سے وضو کرے الخ) اور تأمل کرنے والے پر دونوں تعبیروں کا فرق مخفی نہیں۔

وبیان ذلك علی ما **اقول** ان التوضیٔ من النهر وان لم یدل مطابقة الاعلی التوضی بالاغتراف منه لکن یدل عرفا علی نفی الواسطة فمن ملأکوزا من نهر واغترف عند التوضی من الکوز لایقال توضأ من النهر بل من الکوز الاعلی ارادة حذف ای بماء ماخوذ من النهر والتوضی من نهر بلا واسطة انما یکون فی متعارف الناس بان تدخل النهر او تجلس علی شاطئه وتغترف منه بیدك وتتوضأ فیه فوقوع الغسالة فی النهر هو الطریق المعروف للتوضی من النهر فیدل علیه دلالة التزام للعرف المعهود

اقول اس کی توضیح یہ ہے کہ التوضی من النہر (دریا سے وضو کرنا) اگر معنی مطابقی کے لحاظ سے یہی بتاتا ہے کہ اس سے ہاتھ یا برتن میں پانی لے کر وضو کرنا ــــ لیکن عرفاً اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس سے بغیر کسی واسطہ کے وضو کرنا تو اگر کسی نے برتن میں دریا سے پانی بھر لیا اور وضو کے وقت برتن سے ہاتھ میں پانی لے کر وضو کیا تو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا سے وضو کیا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ برتن سے وضو کیا۔ مگر حذف مراد لے کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ دریا سے ــــ یعنی دریا سے لئے ہوئے پانی سے وضو کیا ــــ اور نہر سے بلاواسطہ وضو کرنے کی صورت لوگوں کے عرف میں یہ ہوتی ہے کہ کوئی دریا کے اندر جا کر ــــــــــــ یا اس کے کنارے بیٹھ کر اس سے ہاتھ میں پانی لیتے ہوئے اسی میں وضو کرے کہ غسالہ دریا ہی میں گرے یہی نہر سے وضو کا معروف طریقہ ہے کہ غسالہ اسی میں گرتا ہے تو عرف معلوم کے سبب اس پر اس

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

[2] الدر المختار 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴

بخلاف التوضی بماء النهر فلا دلالة له علی وقوع الغسالة فی شیئ اصلا الا تری ان من توضأ فی بیته بماء جُلب من النهر تقول توضأ بماء النهر لامن النهر هذا هو العرف الفاشی، والفرق فی الاسراف بین الماء الجاری وغیرہ بانہ تضییع فی غیرہ لا فیہ، انما یبتنی علی وقوع الغسالة فیہ ولا مدخل فیہ للاغتراف، فمن ملأ جرة من نهر وسکبها علی الارض من دون نفع فقد ضیع وان افرغ جرة عندہ فی نهر لم یضیع والدال علی هذا المبنی هو لفظ من نهر لا لفظ بماء النهر کما علمت، ففی الاول تکون دلالة علی تعمیم التحریم لا فی الثانی هذا هو الفارق بین تعبیر ذلک الشافعی وتعبیر البحر والدر وحینئذ یجد الدر معہ الجواهر والمنتقی والنهر وغیرها فلا یکون

لفظ کی دلالت التزامی پائی جائے گی — اور التوضی بماء النهر (دریا کے پانی سے وضو کرنے) کا مفہوم یہ نہیں ہوتا اس لفظ کی دلالت کسی چیز کے اندر غسالہ کے گرنے پر بالکل نہیں ہوتی۔ دیکھئے اگر کسی نے اپنے گھر میں اُس پانی سے وضو کیا جو دریا سے لایا گیا تھا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا کے پانی سے وضو کیا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے دریا سے وضو کیا۔ یہی عام مشہور عرف ہے۔ آبِ رواں اور غیر رواں کے درمیان اسراف میں یہ فرق کہ غیر جاری میں پانی برباد ہوتا ہے اور جاری میں برباد نہیں ہوتا، اس کی بنیاد غسالہ کے اس کے اندر گرنے ہی پر ہے — اور اس فرق میں ہاتھ یا برتن سے پانی لینے کو کوئی دخل نہیں کیوں کہ اگر کسی نے دریا سے گھڑا بھر کر زمین پر بے فائدہ بہا دیا تو اس نے پانی برباد کیا — اور اگر اپنے پاس کا بھرا ہوا گھڑا دریا میں اُنڈیل دیا تو اس نے پانی برباد نہ کیا اور اس بنیاد کو بتانے والا لفظ وہی "من نهر" (دریا سے) ہے "بماء النهر" (دریا کے پانی سے) نہیں جیسا کہ واضح ہوا۔ تو من نهر کہنے میں اس پر دلالت ہوتی ہے کہ حکم تحریم دریا سے وضو کو بھی شامل ہے اور بماء النهر کہنے میں یہ دلالت نہیں ہوتی۔ یہی فرق ہے ان شافعی کی تعبیر میں اور بحر و دُر کی تعبیر میں — اور جب ایسا ہے تو صاحبِ دُرا اپنے ساتھ جواہر کو بھی پائیں گے اور ملتقی و نهر وغیرہا کو بھی — تو وہ غیر مذہب کے کسی

متبعا لقیل فی غیر المذھب۔

اقول ف بتحقیقنا ھذا اظھر الجواب عما اخذ بہ الامام المحقق الحلبی فی الحلیۃ علی المشائخ حیث یطلقون ھٰھنا من مکان فی یقولون توضأ من حوض من نھر من کذا ویریدون وقوع الغسالۃ فیہ قال فی المنیۃ[1] اذا کان الرجال صفوفا یتوضئون من حوض کبیر جاز[2] قال فی الحلیۃ التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ ووقوع غسالاتھم فیہ ھو مقصود الافادۃ واطال فی ذٰلک وکررہ فی مواضع من کتابہ وھو من باب التدقق والمشائخ یتساھلون باکثر من ھذا فکیف وھو المفاد من جھۃ المعتاد۔

قولِ ضعیف کی پیروی کرنے والے نہ ہوں گے۔

اقول ہماری اسی تحقیق سے اس کا جواب بھی واضح ہوگیا جو امام محقق حلبی نے حلیہ میں حضرات مشائخ پر گرفت کی ہے اس طرح کہ وہ حضرات یہاں "فی" (میں) کی جگہ "من" (سے) بولتے ہیں کہتے ہیں توضأ من حوض، من نھر، من کذا (حوض سے، دریا سے، فلاں سے وضو کیا) اور مراد یہ لیتے ہیں کہ غسالہ اسی میں گرا۔ منیہ میں لکھا: جب بہت سے لوگ قطاروں میں کسی بڑے حوض سے وضو کریں تو جائز ہے — اس پر حلیہ میں لکھا، حوض سے وضو کرنا قطعی طور پر اس بات کو مستلزم نہیں کہ غسالہ اسی میں گرے بخلاف حوض میں وضو کرنے کے — اور لوگوں کا غسالہ اس میں گرتا ہو یہی بتانا مقصود ہے — اس اعتراض کو بہت طویل بیان کیا ہے اور اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر بار بار ذکر کیا ہے حالاں کہ یہ عبارت میں بے جا تدقیق کے باب سے ہے۔ حضرات مشائخ تو اس سے بہت زیادہ تسامح سے کام لیتے ہیں پھر اس میں کیا جب کہ عرفِ عام اور طریق معمول کا مفاد بھی یہی ہے۔ (ت)

ف: تطفل علی الحلیۃ

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

تنبیہ (۳) علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم و اخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف کو ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہِ تنزیہی بھی نہ ہو اکہ آخر خلافِ مستحب ہے اور خلافِ مستحب خلافِ اولٰی اور خلافِ اولٰی مکروہِ تنزیہی۔

قال فی المنحۃ قال فی النھر لا نسلم ان ترك المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز و الشھادات ان مرجع کراھۃ التنزیہ خلاف الاولی ولاشك ان تارك المندوب اٰت بخلاف الاولی اھ[1]

منحۃ الخالق میں ہے نہر میں کہا، ہم اسے نہیں مانتے کہ ترک مندوب، مکروہ تنزیہی نہیں اس لئے کہ فتح القدیر میں جنائز اور کتاب الشہادات میں لکھا ہے کہ کراہت تنزیہ کا مآل خلافِ اولٰی ہے اور مندوب کو ترک کرنے والا بلاشبہہ خلافِ اولٰی کا مرتکب ہے اھ۔ (ت)

یہی جواب کلام بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اُسے مقرر رکھا اور رد المحتار میں صراحۃً اُس کا اتباع کیا،

حیث قال مامشی علیہ فی الفتح و البدائع وغیرھما من جعل ترکہ مندوبا فیکرہ تنزیھا[2] اھ۔

اس طرح وہ لکھتے ہیں، جس پر فتح، بدائع وغیرہما میں گئے ہیں وہ یہ ہے کہ ترک اسراف کو مندوب قرار دیا ہے تو وہ اسراف تنزیہی ہوگا اھ (ت)

اقول و باللہ استعین (میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ت)

اولاً یہ معلوم کیجئے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلماتِ علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی، فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلافِ اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہِ تنزیہی ہونا چاہئے۔ درمختار آخر مکروہاتِ نماز میں ہے،

یکرہ ترك کل سنۃ و مستحب[3]۔

ہر سنّت و مستحب کا ترک مکروہ ہے۔ (ت)

ف: مکروہ تنزیہی کی تحدید میں عُلماء کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹
[2] رد المحتار کتاب الطہارۃ مطلب فی الاسراف فی الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۰
[3] الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

اور بہت محققین کراہت کے لئے دلیل خاص یا صیغۂ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی طلب غیر حتمی پر دال ہو۔

اقول ولو قطعی الثبوت[ف۱] فان المدار علی ما ذکرنا من حال الطلب کما قدمنا تحقیقه فی الجود الحلو وان قال فی الحلیة من صدر الکتاب" المنهی خلاف المامور فان کان النهی المتعلق به قطعی الثبوت والدلالة فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالة او بالعکس فمکروه تحریما وان کان ظنی الثبوت و الدلالة فمکروه تنزیها[۱] اھ۔

اقول اگرچہ دلیل قطعی الثبوت ہو اس لئے کہ مدار اسی پر ہے جسے ہم نے ذکر کیا یعنی یہ کہ طلب کا حال کیا ہے حتمی ہے یا غیر حتمی، جیسا کہ اس کی تحقیق الجود الحلو میں ہم کر چکے۔ اگرچہ حلیہ کے اندر شروع کتاب میں یہ لکھا ہے: منہی، مامور کا مخالف ہے۔ اگر اس سے تعلق رکھنے والی نہی ثبوت اور دلالت میں قطعی ہو تو وہ حرام ہے۔ اور اگر ثبوت میں ظنی ہو دلالت میں نہیں، یا برعکس صورت ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر ثبوت و دلالت میں ظنی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اھ۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترک مستحب مکروہ نہ ہوگا۔ مجمع الانہر باب الاذان میں ہے:

لاکراهة فی ترك المندوب[۲]۔

ترکِ مندوب میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

اضطراب یہ کہ جن صاحبِ فتح[ف۲] قدس سرہٗ نے جا بجا تصریح فرمائی کہ خلافِ اولیٰ مکروہ تنزیہی ہے اور اوقاتِ مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانبِ ترک میں مکروہِ تنزیہی جانبِ فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے:

حیث قال التحریم فی مقابلة الفرض فی الرتبة وکراهة التحریم فی رتبة الواجب والتنزیه برتبة المندوب[۳]

ان کے الفاظ یہ ہیں، تحریم رتبہ میں فرض کے مقابل ہے اور کراہت تحریم رتبہ میں واجب کے مقابل اور کراہت تنزیہ مندوب کے رتبہ میں ہے (ت)

ف۱، تطفل علی الحلیة

ف۲، تطفل ما علی الفتح۔

---

[۱] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[۲] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلوٰة باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۵

[۳] فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب المواقیت فصل فی الاوقات المکروہة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۲

انھیں نے تحریر الاصول میں فرمایا کہ مکروہِ تنزیہی وہ ہے جس میں صیغہ نہی وارد ہو اور جس میں نہی نہیں وہ خلافِ اولٰی ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلافِ اولٰی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے

حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ اطلاق المامور بہ علی المندوب مانصہ المکروہ منھی ای اصطلاحا حقیقۃ مجازا لغۃ و المراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولی ممالا صیغۃ فیہ والا فالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ[1]

اس طرح کہ تحریر الاصول مقالہ دوم کے باب اول مسألہ اطلاق المامور بہ علی المندوب کے تحت لکھا : مکروہ اصطلاح میں حقیقۃً منہی ہے اور لغت میں مجازاً ـــ اور مکروہ سے مراد تنزیہی ہے اور اس کا اطلاق حرام پر بھی ہوتا ہے اور اس خلافِ اولٰی پر بھی جس سے متعلق صیغہ نہی وارد نہیں ورنہ کراہت تنزیہ کا مرجع وہی ہے (جس میں صیغہ نہی وارد ہو)۔ (ت)

جس حلیہ[ف۱] میں یہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ[2] (اسراف کو خلافِ ادب ٹھہرانے والے قول پر اسراف مکروہ نہ ہوگا۔ ت) اُسی کے صدر میں ہے :

المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان[3]

مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے۔ (ت)

جس غنیہ[ف۲] کے اوقات (نماز) میں باتباع فتح تصریح فرمائی کہ التنزیھیۃ مقابلۃ المندوب[4] (کراہتِ تنزیہیہ بمقابلہ مندوب ہے۔ ت) اُسی کے مکروہاتِ صلوٰۃ میں فرمایا :

الفعل ان تضمن ترک واجب فھو مکروہ کراھۃ تحریم وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ

فعل اگر ترکِ واجب پر مشتمل ہو تو مکروہِ تحریمی ہے اور ترکِ سنت پر مشتمل ہو تو مکروہِ تنزیہی ، لیکن

ف۱ : تطفل علی الحلیۃ

ف۲ : تطفل علی الغنیۃ

---

[1] التحریر فی اصول الفقہ المقالۃ الثانیہ الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۲۵۶ و ۲۵۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] " " " "

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الخامس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۳۶

كراهة تنزيه ولكن تتفاوت فى الشدة والقرب من التحريمية بحسب تأكد السنة۔[1]

یہ شدّت اور مکروہِ تحریمی سے قرب کے معاملہ میں سنّت کے تاکید پانے کے لحاظ سے تفاوت رکھتا ہے۔(ت)

نیز صدر کتاب میں فرمایا:

(اعلم ان للصلوٰۃ سُنَنًا) وترکہا یوجب کراھۃ تنزیہ (وآدابا) جمع ادب ولاباس بترکہ ولاکراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بہا ما یتضمن ترک سنۃ و ھو کراھۃ تنزیہ او ترک واجب و ھو کراھۃ التحریم۔[2]

(واضح ہو کہ نماز کی کچھ سُنّتیں ہیں) اور ان کا ترک کراہت تنزیہ کا موجب ہے (اور کچھ آداب ہیں) یہ ادب کی جمع ہے اور اس کے ترک میں کوئی حرج اور کراہت نہیں (اور کچھ مکروہات ہیں) ان سے مراد وہ جو ترکِ سُنّت پر مشتمل ہو یہ مکروہ تنزیہی ہے یا وہ جو ترک واجب پر مشتمل ہو یہ مکروہ تحریمی ہے۔(ت)

جس بحر[ف] کے اوقات (نماز) میں تھا التنزیہ فی مرتبۃ المندوب[3] (کراہت تنزیہی مندوب کے مقابل مرتبہ میں ہے۔ ت) اُسی کے باب العیدین میں فرمایا:

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذلابد لہا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھۃ الاکل قبل الصلوٰۃ[4] اھ ای صلوٰۃ الاضحٰی۔

ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں اس لئے کہ کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ اسی لئے مختار یہ ہے کہ نمازِ عید قرباں سے پہلے کھا لینا مکروہ نہیں۔(ت)

اور در بارۂ[ع] ترکِ اسراف ان کا کلام گزرا اُسی کے مکروہاتِ نماز میں ایسی ہی تصریح فرما کر پھر

ف: تطفل علی البحر

ع: نیز ثانیاً میں اُن کا کلام آتا ہے کہ امام زیلعی نے لطم وجہ کو مکروہ لکھا تو اس کا ترک سنت ہوگا نہ کہ مستحب ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل مکروہات الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۵
[2] " " مقدمۃ الکتاب " " ۱۳
[3] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹
[4] " باب العیدین " ۲/۱۶۳

خود اس پر اشکال وارد کردیا کہ ہر مستحب خلافِ اولٰی ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل،

حیث قال السنة ان کانت غیر مؤکدة فترکھا مکروہ تنزیھا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنة فینبغی ان لایکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم الاضحٰی ان لایأکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترك المندوب ثبوت کراھتہ الا انہ یشکل علیہ ماقالوہ ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولٰی ولاشك ان ترك المستحب خلاف الاولٰی[1] اھ۔

ان کے الفاظ یہ ہیں، سنّت اگر غیر مؤکدہ ہو تو اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور کوئی شئی مستحب یا مندوب ہے اور سنّت نہیں ہے تو اس کا ترک مکروہ بالکل نہ ہونا چاہئے جیسے علماء نے تصریح فرمائی کہ عید اضحٰی کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کھالیا تو مکروہ نہیں تو ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہ ہوا مگر اس پر اشکال علماء کے اس قول سے پڑتا ہے کہ مکروہ تنزیہی خلاف اولٰی ہے اور اس میں شک نہیں کہ ترکِ مستحب خلافِ اولٰی ہے اھ۔

اما العلامة الشامی فاضطرب اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ف فی مستحبات الوضوء نقل مسألة الاکل یوم الاضحٰی واستظھر ان ترك المستحب لایکرہ حیث قال "اقول وھذا ھو الظاھر ان النوافل فعلھا اولٰی ولایقال ترکھا مکروہ"[2] اھ ثم بعد صفحة رجع وقال قدمنا ان الترك المندوب

لیکن علامہ شامی تو ان کے اقوال کا اضطراب یہاں بہت بڑھا ہوا ہے۔ مستحباتِ وضو میں روزِ اضحٰی کھانے کا مسئلہ نقل کیا اور ترکِ مستحب کے مکروہ نہ ہونے کو ظاہر کہا، عبارت یہ ہے: میں کہتا ہوں یہی ظاہر ہے اس لئے کہ نوافل کی ادائیگی اولٰی ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کا ترک مکروہ ہے اھ ــــ پھر ایک صفحہ کے بعد رجوع کیا اور کہا، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ

ف: معروضة علی العلامة ش

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارة مستحبات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴

مکروہ تنزیھا[1] اھ۔ وقال فی مکروھات الوضوء[ف۱] المکروہ تنزیھا یرادف خلاف الاولی[2] اھ ورجع آخر مکروھات الصلٰوۃ فقال "الظاھر ان خلاف الاولٰی اعم فقد لایکون مکروھا حیث لادلیل خاص کترک صلٰوۃ الضحی[3] اھ وقال فی صدرھا[ف۲] قلت ویعرف ایضا بلادلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیھا[4] اھ ورجع فی اخرھا فقال بعد مامر" وبہ یظھران کون ترک المستحب راجعا الٰی خلاف الاولٰی لایلزم منہ ان یکون مکروھا الابنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلابد لہ من دلیل[5] اھ۔

ترکِ مندوب مکروہِ تنزیہی ہے اھ۔ مکروہاتِ وضو میں کہا، مکروہِ تنزیہی خلافِ اولٰی کا مرادف ہے اھ۔ اور مکروہاتِ نماز کے آخر میں رجوع کرکے کہا: ظاہر یہ ہے کہ خلافِ اولٰی اعم ہے بعض اوقات یہ مکروہ نہیں ہوتا، ایسی جگہ جہاں کوئی دلیل خاص نہ ہو جیسے نماز چاشت کا ترک اھ۔ مکروہاتِ نماز کے شروع میں کہا: میں کہتا ہوں اس کی معرفت نہی خاص کی دلیل کے بغیر بھی ہوتی ہے اس طرح کہ کسی واجب یا سنّت کے ترک پر مشتمل ہو۔ اول مکروہ تحریمی ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی اھ۔ اور مکروہاتِ نماز کے آخر میں رجوع کیا اس طرح کہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد کہا: اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکِ مستحب خلافِ اولٰی کی طرف راجع ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں مگر یہ کہ خاص نہی ہو اس لئے کہ کراہت ایک حکم شرعی ہے تو اس کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے اھ۔

ف۱: معروضۃ اخرٰی علیہ

ف۲: معروضۃ ثالث علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۵
[2] " " مکروہات الوضوء " " " " " ۱/ ۸۹
[3] " کتاب الصلوٰۃ باب یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا " " " " ۱/ ۴۳۹
[4] " " " " " " " " " ۱/ ۴۲۹
[5] " " " " " " " " " ۱/ ۴۳۹

ثم بعد ورقة رجع عن هذا الرجوع[ف۱] فقال فی مسألۃ استقبال النیرین فی الخلاء "الظاھر ان الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ مالم یرد نھی خاص[۱] اھ۔
وقال فی المنحۃ[ف۲] عند قول البحر قد صرحوا بان التفات البصر[ف۳] یمنۃ ویسرۃ من غیر تحویل الوجہ اصلا غیر مکروہ مطلقا والاولی ترکہ لغیر حاجۃ مانصہ ای فیکون مکروھا تنزیھا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مر[عہ۱]۔ وبہ صرح فی النھر وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ فی صلوتہ بموق عینیہ ولعل المراد عند عدم[عہ۲] الحاجۃ فلاینافی

پھر ایک ورق کے بعد بیت الخلاء میں سورج اور چاند کے رُخ پر ہونے کے مسئلہ میں اس سے رجوع کیا اور کہا: ظاہر یہ ہے کہ کراہت اس میں تنزیہی ہے جب تک کہ کوئی خاص نہی وارد نہ ہو اھ۔
بحر کی عبارت ہے: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ذرا بھی چہرہ پھیرے بغیر نگاہ سے دائیں بائیں التفات مطلقاً مکروہ نہیں اور اَولٰی یہ ہے کہ کوئی حاجت نہ ہو تو اس سے باز رہے۔ اس پر منحۃ الخالق میں لکھا: یعنی ایسی صورت میں یہ مکروہ تنزیہی ہوگا جیسا کہ یہ خلافِ اولٰی کا مآل ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ اور نہر میں بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ زیلعی میں اور باقانی کی شرح ملتقی میں ہے کہ یہ مباح ہے اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز میں گوشہ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ اور شاید مراد عدم حاجت کی حالت ہے تو یہ اس کے

ف۱: معروضۃ رابعۃ علیہ
ف۲: معروضۃ خامسۃ علیہ
ف۳: مسئلہ نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے اِدھر اُدھر دیکھے تو مکروہ نہیں ہاں بے حاجت ہو تو خلاف اولٰی ہے۔

عہ۱: ای فی البحر صدر المکروھات ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الٰی ماترکہ اولی اھ منہ
عہ۱: یعنی بحر کے اندر مکروہاتِ نماز کے شروع میں گزرا کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع ترک اولٰی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: اقول لعل لفظۃ عدم وقعت زائدۃ من قلم الناسخ فالصواب عدم العدم اھ منہ۔
عہ۲: اقول شاید لفظ "عدم" کاتب کے قلم سے سہواً زائد ہوگیا ہے کیوں کہ صحیح عدم عدم ہے (یعنی یہ کہ مراد وقتِ حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب یفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۰
[۲] البحرالرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

ماھنا[1] اھ ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولٰی اعم من المکروہ تنزیھا وترك المستحب خلاف الاولٰی دائما لا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا[2] اھ۔

منافی نہیں جو یہاں ہے اھ ــ پھر کچھ ہی آگے جاکر اس سے رجوع کرکے کہا : خلافِ اولٰی مکروہ تنزیہی سے اعم ہے اور ترکِ مستحب ہمیشہ خلافِ اولٰی ہوتا ہے، ہمیشہ مکروہ تنزیہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی مکروہ ہوتا ہے اگر دلیل کراہت موجود ہو ورنہ نہیں۔

اقول ومن العجب ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولٰی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا فی نفی الکراھۃ رأسا مع کونہ ترك الاولٰی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترك الاولٰی مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھناك ان خلاف الاولٰی لایستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی۔

اقول اور تعجب یہ ہے کہ بحر نے تصریح کی تھی کہ التفات میں کوئی بھی کراہت نہیں اور اولٰی یہ ہے کہ حاجت نہ ہو تو اسے ترک کرے یہ اس بارے میں نص تھا کہ ذرا بھی کراہت نہیں باوجودیکہ یہ بعض صورتوں میں ترک اولٰی ہے ــ علامہ شامی نے اس کی تفسیر اس کی ضد سے کی یعنی یُوں کہ یہ ترک اولٰی ہے اس لئے مکروہ ہے باوجودیکہ زیلعی اور باقانی سے اس کا مباح ہونا بھی نقل کیا ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ مباح خالص ہے جس کی دلیل حدیث سے استدلال ہے تو انھیں وہاں یہ یاد نہ رہا کہ خلافِ اولٰی کراہت کو مستلزم نہیں جب تک کوئی نہی وارد نہ ہو۔

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسی طرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہے تو ان کا آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرماچکے،

حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث

ان کے الفاظ یہ ہیں : اعضاء کو تین بار سے

ف۱ : معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲ : تطفل علی البحر

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۱

[2] " " " " " " " " " ۲/ ۳۲

فی غسل الاعضاء[1] اھ۔ زیادہ دھونا مکروہ ہے اھ (ت)

اور خود علامہ صاحب بحر نے بھی اُسے اُن سے نقل فرمایا تو اُس حمل پر باعث کیا رہا۔

ثانیا، اقول اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے

نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ما تحت الخاتم وان لایلطم وجھہ بالماء والدلك خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین لیستیقن غسلھما[2]۔

استنجا کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر باری تعالٰی کا یا اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام ہو۔ اور انگشتری کے نیچے والے حصہ بدن دھونے میں خاص خیال رکھنا۔ چہرے پر پانی کا تھپیڑا نہ مارنا۔ اعضاء کو ملنا خصوصاً جاڑے میں۔ چہرے، ہاتھوں اور پیروں کی حدوں سے زیادہ پانی پہنچانا، تاکہ ان حدوں کے دُھل جانے کا یقین ہو جائے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ وقت استنجا اُس انگشتری کا جس پر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعاً سنت، اور اس کا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ مطلقاً کچھ لکھا ہو حروف ہی کا ادب چاہیے بلکہ ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا تعویذ لے جانے کی اجازت اُس وقت ہوئی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو، اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولٰی ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی۔

ف۱: مسئلہ جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔

ف۲: مسئلہ مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے کچھ لکھا ہو۔

ف۳: مسئلہ جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اُسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔

ف۴: مسئلہ تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اُسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ نہیں پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۲

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″

ردالمحتار میں ہے :

نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة و ذکر بعض القراء ان حروف الهجاء قرأن انزلت علی هود علیه الصلٰوة والسلام الخ۔[1]

منقول ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی بھی عزت ہے اگرچہ الگ الگ لکھے ہوں ۔ اور بعض قرار نے ذکر کیا کہ حروفِ تہجی وہ قرآن ہیں جس کا نزول حضرت ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام پر ہوا الخ (ت)

اُسی میں عارف باللہ سیدی عبدالغنی قدس سرہ القدسی سے ہے :

حروف الهجاء قرأن انزلت علی هود علیه الصلٰوة والسلام کما صرح بذلك الامام القسطلانی فی کتابه الاشارات فی علم القراءات۔[2]

حروفِ تہجی قرآن ہیں یہ حضرت ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام پر نازل ہوئے جیسا کہ امام قسطلانی نے اپنی کتاب "الاشارات فی القراءات" میں اس کی تصریح کی ہے ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

یکرہ ان یدخل الخلاء ومعه خاتم مکتوب علیه اسم الله تعالٰی اوشیئ من القرأن۔[3]

خلا میں ایسی انگوٹھی لے کر جانا مکروہ ہے جس پر اللہ تعالٰی کا نام یا قرآن سے کچھ لکھا ہوا ہو ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

رقیة فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء به والاحتراز افضل۔[4]

ایسا تعویذ خلاء میں لے کر جانا مکروہ نہیں جو الگ غلاف میں ہو اور بچنا افضل ہے ۔ (ت)

ف : حروفِ ہجا ایک قرآن ہے کہ سیدنا ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام پر اترا ۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷

[2] " " قبیل باب المیاہ " " " ۱/۱۲۰

[3] البحرالرائق " باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۳

[4] الدرالمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴

یوں ہی انگشتری ڈھیلی ہو تو اُسے جنبش دینی وضو میں سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ میں ہے:

فی مجموع النوازل تحریک الخاتم سنۃ ان کان واسعا و فرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحتہ[1]

مجموع النوازل میں ہے: انگوٹھی کو حرکت دینا سنّت ہے اگرچہ کشادہ ہو، اور فرض ہے اگر اتنی تنگ ہو کہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچے۔ (ت)

یوں ہی وضو میں مُنہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اس کا ترک مسنون۔ درمختار میں ہے:

مکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیھا[2]

چہرے یا کسی اور عضو پر پانی کا تھپیڑا مارنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

ان الزیلعی صرح بان لطم الوجہ بالماء مکروہ فیکون ترکہ سنۃ لا ادبا[3]

امام زیلعی نے تصریح فرمائی ہے کہ چہرے پر پانی کا تھپیڑا مارنا مکروہ ہے تو اس کا ترک صرف ادب نہیں بلکہ سنّت ہو گا۔ (ت)

یونہی اعضا کا مَلنا بھی مثل غسل سنّتِ وضو بھی ہے، درمختار میں ہے:

من السنن الدلک و ترک الاسراف و ترک لطم الوجہ بالماء[4]

سُنّتوں سے ہے اعضا کو ملنا، اسراف ترک کرنا، چہرے پر پانی کا تھپیڑا لگانے کو ترک کرنا (ت)

ف۱: مسئلہ انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضو میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دئے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔

ف۲: مسئلہ وضو میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ ہے بلکہ کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اُڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔

ف۳: مسئلہ اعضا کا مل مل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنّت ہے۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارات الفصل الثالث سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۳

[2] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴

[3] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹

[4] الدرالمختار " " " ۱/ ۲۲

خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفتِ وضو میں ہے ،

والدلك عندنا سنة[1] اعضاء کو ملنا ہمارے نزدیک سُنّت ہے (ت)

رہا[ف1] اعضا میں حدودِ شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہو جائے کہ حدودِ فرض کا استیعاب ہو لیا۔

اقول[ف2] اگر یقین سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کہ کتبِ فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب و سنّت درکنار خود واجب و لابدی ہے۔ ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہیں۔

هذا وقد نبه من هذه الافعال الاربعة علی سنیة الاخیرین فی البحر۔

یہ ذہن نشین رہے ، ان چار افعال میں سے آخری دو کے مسنون ہونے پر بحر میں تنبیہ کر دی ۔ (ت)

اقول[ف3] والعجب ترك الاولین مع نقله ایاهما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشد ایهاما مما لو لم یأثرهما ولاشك ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیه البحر الی ان الخلاصة جعله سنة فکذلك نص فیها علی سنیة الثانی ایضا اما[ف4] الاول فاهم الکل واحقها بالتنبیه والبحر نفسه صرح فی الاستنجاء

اقول اور تعجب ہے کہ پہلے دونوں کو ترک کر دیا حالاں کہ ان دونوں کو بھی فتح القدیر سے نقل کیا ہے اس لئے یہاں سکوت اُس صورت سے زیادہ ایہام خیز ہے جب کہ ان دونوں کو نقل ہی نہ کیا ہوتا ۔ اور چہارم (اعضا کو ملنا) سے متعلق تو بحر نے خلاصہ کی سند پیش کی کہ اس میں اسے سنّت قرار دیا ہے جب کہ بلا شبہہ دوم (انگشتری کو حرکت دینا) بھی اسی کی طرح ہے کہ اس سے متعلق بھی خلاصہ میں مسنون ہونے کی تصریح ہے ، رہا اول (جیسں انگشتری

ف1 : اعضائے وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔

ف2 : تطفل ما علی الفتح ۔

ف3 : تطفل علی البحر

ف4 : تطفل اخر علیه

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارات الفصل الثالث جنس آخر فی سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

بما سمعت ولکن جل من لایغیب عن علمہ شئ قط۔

پر خدا ورسول کا نام ہو اسے اتار لینا) تو وہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ مستحق تنبیہ ہے اور خود بحر نے بیانِ استنجا میں وہ تصریح کی ہے جو پیش ہوئی۔ لیکن بزرگ ہے وہ جس کے علم سے کوئی شے کسی وقت اوجھل نہیں ہوتی۔ (ت)

یہاں سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترک اسراف کو (ادب) شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہیں ہوسکتا۔

اقول وکان من احسن[ف۱] الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالٰی انہ تجوز فاطلق الادب علی مایعم السنن لکنہ ھٰھنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ[ف۲] علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الرأس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحق[عہ] ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب[۱] اھ ثم قال ومن

اقول حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کی جانب سے سب سے بہتر عذر یہ تھا کہ انھوں نے مجازًا لفظ ادب کا اطلاق اس پر کیا ہے جو سنتوں کو بھی شامل ہو ـــ لیکن انھوں نے یہاں سنتوں کو آداب سے الگ رکھا ہے جیسے خلاصہ میں الگ الگ رکھا ہے اور حضرت محقق نے کتاب (ہدایہ) پر داہنے سے شروع کرنے، اور مسح میں پورے سر کے احاطہ کو مستحب قرار دینے پر گرفت کی ہے اور دلیل قائم کرنے کے بعد لکھا ہے: تو حق یہ ہے کہ سب سنت ہے اور گردن کا مسح مستحب ہے اھ پھر

ف۱ : تطفل علی الفتح

ف۲ : مسئلہ وضو میں ہاتھ اور یونہی پاؤں بائیں سے پہلے دہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتدا کرنا سنت ہے اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔

عہ تبعہ علی الاول فی البرہان ثم الشرنبلالی وغیرھما وعلی الثانی من لایحصی اھ منہ۔

عہ اول پر حضرت محقق کا اتباع برہان پھر شرنبلالی وغیرہما میں ہے اور ثانی پر بے شمار لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے اھ منہ (ت)

---

[۱] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱

السنن الترتیب بین المضمضۃ والاستنشاق (وعد اشیاء ثم قال) الاٰداب ترك الاسراف والتقتیر[1] الخ فسیاق کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی ینفی العذر المذکور واللہ تعالٰی اعلم۔

لکھا ہے: اور سُنتوں میں سے مضمضہ واستنشاق کے درمیان ترتیب ہے اور کچھ دوسری چیزیں شمار کیں پھر لکھا، آداب: ترکِ اسراف وتقتیر الخ۔ تو حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا سیاق، عذرِ مذکور کی نفی کردیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثالثًا، اقول عبارتِ بدائع[2] میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلماء رحمہم اللہ تعالٰی نے ترکِ اسراف کو صرف ادب ہی نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلافِ حق ہوا باطل ہوا اور اس کا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال[2] (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ ت) بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع، لاتغلوا فی دینکم[3] (اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ ت)۔

رابعا، اقول ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر و ردالمحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجع کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترکِ ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جس میں اس کے ادب ہونے کی تصریح فرمائی اور مستحباتِ محضہ کے ساتھ اس کی گنتی آئی اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترکِ مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلامِ امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائے گا اس بارہ میں کلماتِ علماء کا اختلاف واضطراب سُن چکے۔

وانا اقول و باللہ التوفیق **اولا**[4] حب وکراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے

ف۱: مسئلہ جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنّت ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا، یونہی مضمضہ واستنشاق میں بھی۔ یعنی سنّت ہے کہ پہلے کُلّی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔

ف۲: تطفل علی الحلیۃ

ف۳: تطفل علی النہر و ش۔

ف۴: **فائدہ جلیلہ** دربارہ مکروہ تنزیہی وتحریمی واساءت وخلافِ اولٰی مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور واجب وسنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۱

کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترکِ مستحب مطلقاً مستلزمِ کراہت کیوں ہُوا۔

ثانیاً، اقول اگر ترکِ مستحب موجبِ کراہت ہو تو آدمی جس وقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ اُس وقت اُس پر لازم نہ ہو لازم کہ اُس وقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اُس وقت اُن سب کا تارک۔

ثالثاً، اقول کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلاوجہ وجیہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اُس کا مولیٰ مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت و سرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولیٰ کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا، اور جب فعل پر سرزنش چاہئے تو اس کا مرتبہ جانبِ ترک میں وہی ہوا جو جانبِ فعل میں سنت کا ہے کہ اس کے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جس کے ترک پر کچھ نہیں، ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترکِ مستحب پر کچھ نہیں، اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

رابعاً، اقول و باللہ التوفیق تحقیق بالغ وتمیق بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادراً ہوگا یا عادۃً، اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا، یا کچھ نہیں، تو دونوں ترک تین قسم ہوئے، اور تین کو تین میں ضرب دینے سے نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں، ان میں تین بداہۃً باطل ہیں، ترکِ عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب، سوم ترکِ عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب۔ اور دو قسمیں شرعاً وجود نہیں رکھتیں، ترکِ عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں، کہ شرعاً مستحب ہے ترکِ نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں، اور سنت کے ترکِ عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکمِ سنت ہے اور حکمِ شئے کو شئے سے انفکاک نہیں۔ اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے:

حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا فیستحق اللائمۃ بترکھا[1]

سنت کا حکم یہ ہے کہ آدمی سے اسے قائم کرنے کا مطالبہ ہو بغیر اس کے کہ یہ فرض یا واجب ہو۔ کیونکہ یہ ایسا طریقہ ہے جسے زندہ کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تو اس کے ترک پر ملامت کا مستحق ہوگا۔ (ت)

---

[1] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹

لاجرم چار قسمیں رہیں :

(۱) ترک عادی ہو نا یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے۔

(۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنتِ مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اُس میں اور واجب میں فرق نہ رہے گا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اس میں اور سنتِ غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ اُن دونوں میں برزخ ہے۔

(۳) عادی ہو یا نادر، مطلقاً مورثِ عتاب ہو، یہ سنّتِ زائدہ ہے۔

(۴) مطلقاً عذاب وعتاب کچھ نہ ہو، یہ مستحب ومندوب وادب ہے۔ پھر ازانجا کہ فعل و ترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانبِ ترک نکلیں یعنی جس کا ترک مطلوب ہے :

(۱) اس کا فعل عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو، یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) فعل عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب، یہ اسارت ہے جس کی نسبت علماء نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے۔

(۳) مطلق مورثِ عتاب ہی ہو، یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(۴) مطلقاً کچھ نہ ہو، یہ خلافِ اولٰی ہے۔

تنویر : اس تقریرِ منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے :

(۱) سنّتِ مؤکدہ کا ترک مطلقاً گناہ نہیں بلکہ اس کے ترک کی عادت گناہ ہے۔

(۲) اسارت کے بارے میں اگرچہ کلماتِ علماء مضطرب ہیں کوئی اُسے کراہت سے کم کہتا ہے کما فی الدر[1] صدر سنن الصلٰوۃ و بہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف وفی التحقیق۔ (جیسا کہ درمختار میں سنن نماز کے شروع میں ہے اور امام عبد العزیز بخاری نے کشف میں اور تحقیق میں اسی کی تصریح کی ہے۔ت)

کوئی زائد، کما فی الشامی[2] عن شرح المنار للزین (جیسا کہ شامی میں محقق زین بن نجیم کی

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۳

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۸

شرح منار سے نقل ہے۔ ت) کوئی مساوی کما فی الطحطاوی[1] ثمہ و فی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر (جیساکہ طحطاوی نے سنن نماز اور باب ادراک الفریضہ میں حلبی شارح درمختار سے نقل ہے۔ ت) مگر عند التحقیق اُس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہئے کہ جس طرح سنّتِ مؤکدہ واجب و سنّتِ زائدہ میں برزخ ہے یُونہی اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کما فی الشامی[2] (جیساکہ شامی میں ہے۔ ت) عالمگیریہ ف میں سراج وہاج سے ہے:

ان ترک المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانھما من سنن الھدی وترکھا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکھا لایوجب الاساءۃ[3] اھ۔

اگر مضمضہ و استنشاق کا تارک ہو تو برقولِ صحیح گنہگار ہوگا اس لئے کہ یہ سنن ہدٰی سے ہیں اور ان کا ترک موجبِ اسارت ہے بخلاف سنن زوائد کے، کہ ان کا ترک موجبِ اسارت نہیں اھ۔

اقول قولہ اثم ای ان اعتاد کما ھو معروف فی محلہ فیہ وفی نظائرہ۔

اقول قول مذکور "گنہگار ہوگا" یعنی اگر ترک کا عادی ہو جیساکہ یہ معنی اپنی جگہ اس بارے میں اور اس کی نظیروں میں معروف ہے۔ (ت)

اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی میں ہے:

والسنن نوعان سنۃ الھدٰی وتارکھا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ

سنّت کی ۲ دو قسمیں ہیں: (۱) سنتِ ہدٰی، اس کا تارک اسارت وکراہت کا مستحق ہے۔

ف: مسئلہ وضو میں کُلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اس کی عادت ڈالے تو تو گنہگار ہوگا، یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں کہ جو کُلّیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جن کی ناک کو چھُوجاتا ہے سُونگھ کر اُوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار رہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۲۱۳

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۹

[3] الفتاوی الہندیۃ بحوالہ السراج الوہاج کتاب الطہارۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶،۷

والزوائد وتاركها لايستوجب اساءة۔[1]

(۲) سنّتِ زائدہ، اس کا تارک اسارت کا مستحق نہیں۔(ت)

ردالمحتار[ف] صدر سنن الوضوء میں ہے:

مطلق السنة الشامل لقسميها وهما السنة المؤكدة المسماة سنة الهدٰی و غير المؤكدة المسماة سنة الزوائد۔[2]

مطلق لفظِ سنّت دونوں قسموں کو شامل ہے دونوں قسمیں یہ ہیں: (۱) سنّتِ مؤکدہ جس کا نام سنّتِ ہُدٰی ہے (۲) سنّتِ غیر مؤکدہ جس کا نام سنّتِ زائدہ ہے۔(ت)

بحرالرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے:

انه من سنن الهدٰی فهو سنة مؤكدة۔[3]

وہ سننِ ہُدٰی سے ہے تو وہ سنّتِ مؤکدہ ہے(ت)

(۳) کراہت تنزیہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنّتِ مؤکدہ کے، بلکہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔ اسے مستحب کے مقابل کہنا خلافِ تحقیق ہے اور مطلق سنّت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اُسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جس طرح کبھی اسارت کو اعم لے کر سنّتِ زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جس طرح اطلاق موسع میں خلافِ اولٰی کو مکروہ تنزیہی کہہ دیتے ہیں۔

(۴) خلافِ اولٰی مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا، ہاں بمعنی اعم اُسے بھی شامل، اور کراہتِ تنزیہ کا اس کی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور یشکل علیه ما قالوه ان المكروه تنزيها مرجعه الى خلاف الاولٰی[4] (اس پر علماء کے اس قول سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس کا مرجع خلافِ اولٰی ہے۔ت) پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الكراهة لابد لها من دليل خاص

کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ اسی

ف: سنّتِ ہُدٰی سنّتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سنّتِ زائدہ سنّتِ غیر مؤکدہ کا۔

---

[1] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۱
[3] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۰۲
[4] " " باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا " " " " ۲/ ۳۲

وبذٰلك یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیھا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولی ولایلزم من کون الشیئ خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھۃ۔[1]

اشکال دفع ہوجاتا ہے اس لئے کہ مکروہ تنزیہی جس کی کراہت دلیل سے ثابت ہے وہ خلافِ اولٰی ہے اور کسی شے کے خلافِ اولٰی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ مکروہ تنزیہی ہو جب تک کہ دلیلِ کراہت دستیاب نہ ہو۔ (ت)

(۵) کراہت کے لئے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے

کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرھا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام۔

جیسا کہ اس پر حدیقۂ ندیہ وغیرہا کی صراحت موجود ہے اور ہم نے اسے رسالہ رشاقۃ الکلام میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اقول ف **خلافِ سنّت ہونا خود کراہت پر دلیلِ شرعی ہے**

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی[2] رواہ الشیخان عن انس ولابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا من لم یعمل بسنتی فلیس منی[3] فما مر عن العلامۃ الشامی من انھا قد یعرف بلا دلیل خاص کان تضمن ترك

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو میری سنت سے رُوگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت انس سے روایت کیا۔ اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابن ماجہ کی روایت میں ہے: تو جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ تو وہ کلام جو علامہ شامی سے نقل ہُوا مناسب نہیں (وہ کہتے ہیں) "کراہت کی معرفت کبھی دلیل خاص کے بغیر ہوتی ہے جیسے یہ کہ وہ کسی

ف: معروضۃ علی العلامۃ ش

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲/۲

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۵۷/۲ و ۷۵۸
صحیح مسلم باب استحباب النکاح " " " ۴۴۹/۱

[3] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

واجب او سنۃ لیس کماینبغی[1] ولانعنی بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذلاحاجۃ الیہ قطعا لصحۃ الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیۃ الکلیۃ قطعا۔

واجب یا سنّت کے ترک پر مشتمل ہو"۔ دلیل خاص سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اس معینہ جزئیہ میں کوئی خاص نص ہو اس لئے کہ اس کی حاجت قطعاً نہیں کیوں کہ شریعت کے عمومی احکام اور قواعد کلیہ سے بھی استدلال بلاشبہہ درست ہے۔ (ت)

(۶) یہ نفیس جلیل تفرقہ[ف۱] مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت وقضیۂ تفرقہ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جس کا جو چاہا نام رکھ لیا،

کماقالہ المحقق فی الحلیۃ ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم[2] اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو مایکون ترکہ اولٰی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ماھو خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان کما اشار الیہ اللامشی[3] اھ وتبعہ فی ردالمحتار۔

جیسا کہ محقق حلبی نے حلیہ میں لکھا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا مرجع اصطلاح ہے اور اس کا التزام کوئی ضروری نہیں اھ۔ اور اس سے کچھ پہلے لامشی سے تعریف مکروہ میں نقل کیا کہ یہ وہ ہے جس کا نہ کرنا اس کے کرنے سے بہتر ہے اھ۔ پھر لکھا کہ: واضح ہو کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے جیسا کہ لامشی نے اس کی طرف اشارہ کیا اھ۔ اس کلام پر علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں ان کا اتباع کیا۔ (ت)

(۷) مشہور احکام خمسہ[ف۲] ہیں: واجب[۱]، مندوب[۲]، مکروہ[۳]، حرام[۴]، مباح[۵] وبہ بدء فی

ف۱: تطفل علی الحلیۃ وش۔
ف۲: احکامِ شرعیہ پانچ نہ سات نہ نو بلکہ گیارہ ہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۹
[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ کتاب الطہارۃ مستحبات الوضوء " " " " " ۱/ ۸۴
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

مسلم الثبوت (اسی کو مسلم الثبوت میں پہلے نمبر پر بیان کیا۔ ت) یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ ان کے یہاں واجب و فرض میں فرق نہیں

والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال[1] الخ۔

اور اسی کی طرف مسلّم میں اس کے بعد محقق ابن الہمام کی تحریر الاصول کی تبعیت میں یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ حنفیہ نے دلیل کی حالت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض و واجب اور حرام و مکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیے وبہ ثنی فی المسلم (اسی کو مسلم الثبوت میں دوسرے نمبر پر بیان کیا ہے۔ ت) بعض نے فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ، مباح یوں سات گنے،

وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ مولٰی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع۔

اسی پر صدر الشریعۃ تنقیح میں چلے ہیں اور مُلّا خسرو نے مرقاۃ الوصول میں اور علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری نے فصول البدائع میں تنقیح کی پیروی کی ہے۔ (ت)

بعض نے سنت میں سنت ہُدٰی و سنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی و تنزیہی قسمیں کرکے نو شمار کئے

کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح۔

جیسا کہ فناری نے اپنے آخر کلام میں اس کی صراحت کی ہے اور کلام توضیح میں اس کی جانب اشارہ ہے۔ (ت)

اقول تقسیم اول[ف1] میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق (اور واضح ہوچکا کہ یہ خلافِ تحقیق ہے۔ ت) نیز سنت[ف2] و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی و شافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں کمی[ف3] تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم و چہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم[ف4] میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانبِ ترک دو۔ چہارم[ف5] میں جانبِ فعل پانچ ہیں اور جانبِ ترک تین۔ پھر

ف۱: تطفل علی المشہور

ف۲: تطفل اٰخر علیہ

ف۳: معروضتان علی مسلم الثبوت

ف۴: تطفل علی التوضیح والمولٰی خسرو

ف۵: تطفل علی الشمس الفناری

۱؎ مسلم الثبوت الباب الثانی فی الحکم مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۲

جانب ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجئے تو اسی مقابلہ نقل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیقِ فقیر سب غلطوں سے پاک ہے اس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانبِ فعل میں متنازلاً فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب۔ اور پانچ جانبِ ترک میں متصاعداً خلافِ اولٰی، مکروہِ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی، حرام جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عُقدوں کو حل کریگی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمداللہ تعالٰی اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطرِ مذہب وطرازِ مُذَہَّب ہے والحمد للہ رب العٰلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہوکر منتفی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ خاص نص ظاہر الروایہ کا مقتضی ہے۔

تنبیہ ۴: علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترکِ اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اس کا ترک مکروہِ تحریمی۔

اقول اقوال بعض متاخرین میں اس کی تائیدوں کا پتا چلے گا۔ بحرالرائق[1] آخر مکروہات الصلوٰۃ پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ اذا کانت مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکھا مکروھا کراھۃ تحریم کترک الواجب[1]۔	سنت جب مؤکد قوی ہو تو بعید نہیں کہ اس کا ترک، ترکِ واجب کی طرح مکروہ تحریمی ہو۔ (ت)

ابوالسعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدرالمختار صدر مکروہات نماز میں ہے:

الفعل اذا کان واجبا او مافی حکمہ	فعل جب واجب ہو یا وہ ہو جو واجب کے حکم

ف۱: تطفل اٰخر علی ھؤلاء الثلثۃ
ف۲: تطفل علی النھر
ف۳: مسئلہ سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا، اور اس بارے میں دفع اوہام وتوفیق اقوال علمائے کرام۔

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲/۲
ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۳۹/۱
حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " " " " المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲۷۶/۱

من سنة الهدٰی و نحوھا فالترك یکرہ تحریما و ان کانت سنة زائدة او ما فی حکمھا من الادب و نحوہ یکرہ تنزیھا اھ۔

میں ہے یعنی سنّتِ ہُدٰی اور اس کے مثل تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے، اور اگر سنّتِ زائدہ ہو یا وہ ہو جو اس کے حکم میں ہے یعنی ادب اور اس کے مثل تو اس کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے۔

اقول اولا تبعا القھستانی فانه ذکرہ ثمه و لم ینقله عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیه فما کان للسید الازھری ان یسوقه مساق المنقول۔

اقول، اولاً ان دونوں حضرات (ابو السعود و طحطاوی) نے قہستانی کی پیروی کی ہے۔ قہستانی نے یہ بات مکروہاتِ نماز کے شروع میں ذکر کی اور اسے کسی سے نقل نہ کیا بلکہ یہ دعوٰی کیا کہ کلامِ علماء اس پر دلالت کرتا ہے۔ تو سید ازہری کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے اس طرح ذکر کریں جیسے وہ کوئی منقول قاعدہ ہے۔

وثانیا لایدری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم له فی السنة المؤکدة مالم یتعود بالترک ففیم یثبت بعدھا وھل تری قائلا به احدا۔

ثانیاً سنت ہدٰی کے بعد "اور اس کے مثل" کہا ــــ پتا نہیں اس سے کیا مراد ہے خود سنّتِ مؤکدہ کو واجب کا حکم نہیں ملتا جب تک کہ اس کے ترک کی عادت نہ ہو پھر اس کے بعد کس چیز میں وہ حکم ثابت ہوگا! کیا اس کا بھی کوئی قائل مل سکتا ہے؟

کشف بزدوی و تحقیق علی الحسامی بحث عزیمت و رخصت میں اصول امام ابوالیسر فخر الاسلام بزدوی سے ہے:

ف۱: معروضة علی السید ابی السعود۔

ف۲: معروضة علی القھستانی والسیدین ابی السعود و ط۔

۱؎ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/ ۲۶۹و ۲۷۰
فتح المعین " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۱

حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلھا ویلام علی ترکھا مع لحوق اثم یسیر[1]

سنّت کا حکم یہ ہے کہ اس کی بجا آوری کی دعوت ہو اور اس کے ترک پر ملامت ہو ساتھ ہی کچھ گناہ بھی لاحق ہو۔ (ت)

درمختار صدر حظر میں ہے:

یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ۔[2]

ترکِ واجب سے گنہگار ہوگا اور اسی کے مثل سنّتِ مؤکدہ بھی ہے (ت)

مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنّتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں، ہاں بُرا ہے، اور عادت کے بعد گناہ و ناروا ہے۔

اقول وھذا ان شاء اللہ تعالٰی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ یستوجب اساءۃ[3] ای بنفس الترک وکراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھی المحمل عند الاطلاق ولھذا قال الامام عبدالعزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ[4] واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی الادنٰی یدل علی نفی الاعلٰی بالاولٰی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنٰی من

اقول اور یہی ان شاء اللہ تعالٰی امام اجل فخر الاسلام کے اس ارشاد کا رمز ہے کہ "سنّتِ مؤکدہ کا تارک اساءت کا مستحق ہے"۔ یعنی نفسِ ترک سے ــ "اور کراہت کا "مستحق ہے" ــ یعنی کراہت تحریمیہ کا، جب کہ عادت ہو۔ اس لئے کہ مطلق بولنے کے وقت کراہت تحریمیہ ہی مراد ہوتی ہے۔ اسی لئے امام عبدالعزیز بخاری نے اپنی شرح میں فرمایا کہ: اساءت کا درجہ کراہت سے نیچے ہے۔ اور سنّتِ زائدہ میں نفی اساءت پر اکتفا کی اس لئے کہ ادنی کی نفی سے اعلٰی کی نفی بدرجۂ اولٰی معلوم ہوجائے گی۔ اور چونکہ کراہت تنزیہیہ اساءت سے ادنٰی ہے تو

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۳۰۸
[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۵
[3] اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۹
[4] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب العزیمۃ والرخصۃ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۳۱۰

الاساءة فنفی الاعلٰی لایستلزم نفی الادنی ولذا ذکر توجه اللائمة حکم ترك مطلق السنة ثم قسمها قسمین وفرق بلزوم الاساءة وعدمه فتحصل ان المؤکدة وغیرها تشترکان فی توجه الملام علی الترك وتفارقان فی ان ترك المؤکدة اساءة وبعد التعود کراهة تحریم ولیس فی ترك غیرها الا کراهة التنزیه، ولعمری ان اشارات ھذا الامام الهمام ادق من ھذا حتی لقبوہ ابا العسر واباہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر۔

اعلٰی کی نفی سے ادنٰی کی نفی لازم نہ آئے گی — اسی لئے مستحقِ ملامت ہونا مطلق سنت کے ترک کا حکم بتایا پھر سنت کی دو قسمیں کیں اور اسا‌ءت لازم آنے اور نہ لازم آنے سے دونوں میں فرق کیا' تو حاصل یہ نکلا کہ سنتِ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں اس حکم میں مشترک ہیں کہ ترک پر ملامت ہو گی اور دونوں آپس میں یوں جدا جدا ہیں کہ مؤکدہ کا ترک اساءت ہے اور عادت کے بعد کراہت تحریم ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک میں صرف کراہت تنزیہ ہے — بخدا اس امام ہمام کے ارشادات اس سے بھی زیادہ دقیق ہوتے ہیں یہاں تک کہ علماء نے انھیں "ابوالعُسر" اور ان کے برادر امام صدر الاسلام کو "ابوالیُسر" کا لقب دیا۔

جہاں جہاں کلماتِ علماء میں اس پر حکم اثم ہے اُس سے مراد بحالِ اعتیاد ورنہ اس میں اور واجب میں فرق نہ رہے۔

اقول والفرق[ف۱] بتشکیك الاثم کما لجأ الیه فی البحر لایجدی لان التشکیك حاصل فی الواجبات انفسها۔

اقول اور گناہ کی تشکیک سے فرق — جیسا کہ بحر میں اس کا سہارا لیا ہے — کارآمد نہیں اس لئے کہ تشکیک تو خود واجبات میں بھی حاصل ہے (کسی واجب میں کم درجہ کا گناہ ہے کسی میں اس سے سخت ۱۲م)

اور جب اس کا مطلق ترک گناہ نہیں تو مکروہ تحریمی بے عادت نہیں ہوسکتا کہ ہر مکروہ تحریمی[ف۲] گناہ ومعصیت صغیرہ ہے، ردالمحتار صدر واجباتِ صلاۃ میں ہے:

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته

علامہ ابن نجیم نے بیان معاصی سے متعلق اپنے

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔

المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[1]

رسالہ میں تصریح فرمائی ہے کہ ہر مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔(ت)

منیہ میں ہے:

لایترك رفع الیدین ولواعتاد یاثم[2]

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا ترک نہ کرے اور اگر ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا (ت)

غنیہ میں ہے:

لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لوترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد لایأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ[3]۔

اس لئے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے لیکن اگر بغیر عادت کے کسی وقت ترک کردیا تو گنہگار نہ ہوگا اور یہ حکم تمام سُننِ مؤکدہ میں عام ہے۔(ت)

حلیہ میں کلام مذکور امام ابوالیسر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارك السنۃ بمجرد الترك لہا ولیس ذلك بالسھل اھ[4]

یہ کلام عمدہ ہے مگر اس کے بعد تارکِ سنت کے لئے محض ترک سے ہی گناہ لاحق ہونے پر دلالت کرنے والی دلیل مل جائے اور یہ بہت آسان نہیں۔(ت)

ردالمحتار سنن صلوٰۃ میں نہرالفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا:

فی شرح التحریران المراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیۃ عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترك السنۃ بالقتال وابویوسف بالتادیب اھ،

شرح تحریر میں ہے کہ ترک سے مراد بلاعذر بطور اصرار ترک کرنا ــــ اور شرح کیدانیہ میں کشف کے حوالہ سے ہے امام محمد نے ترک سنت پر قتال کا، اور امام ابویوسف نے تادیب کا حکم دیا اھ۔ تو

ف: مسئلہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنّت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۰۶

[2] منیۃ المصلی فصل فی صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۲۷۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صفۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۰

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فیتعین حمل الترك علی الاصرار توفیقا بین کلامھم[1]۔

متعین ہے کہ ترک کو اصرار پر محمول کیا جائے تاکہ ان حضرات کے کلام میں تطبیق ہوجائے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ بلاعذر فیتعین تقیید الترك بالاعتیاد[2]۔

اس کا سنتِ مؤکدہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ بلاعذر ایک بار ترک سے بھی گنہگار ہوجائے تو متعین ہے کہ ترک کے ساتھ عادت کی قید لگائی جائے۔ (ت)

اُسی کے سُنَنِ[ف] وضو میں دربارۂ نیت ہے:

یاثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمناہ عن الکشف والمراد الترك بلاعذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلك لانھا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی الفتح[3]۔

نیتِ وضو کے ترک سے کچھ گنہگار ہوگا جیسا کہ کشف کے حوالے سے ہم نے سابقاً نقل کیا اور مراد یہ ہے کہ بلاعذر بطور اصرار ترک کرے جیسا کہ شرح تحریر کے حوالے سے ہم نے پہلے لکھا ــ یہ اس لئے جیساکہ فتح القدیر میں تحقیق کی ہے کہ وضو میں نیت سنّتِ مؤکدہ ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترك رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یأثم وقیل لا، قال والمختار ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا انتھی، وینبغی ان نجعل

خلاصہ کے اندر وقت تحریمہ رفع یدین کے ترک میں اختلاف کی حکایت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ترک سے گنہگار ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ گنہگار نہ ہوگا۔ اور مختار یہ ہے کہ اگر اس کی عادت ہو تو گنہگار ہوگا اور اگر احیاناً ترک کیا تو گنہگار

ف: مسئلہ وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہگار ہوگا اُس میں نیت سنتِ مؤکدہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ١/٣١٩

[2] " " " " " " " "

[3] " کتاب الطہارۃ سنن الوضوء " " " " ١/٧٣

شق هذا القول محمل القولين فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترك بل لان اعتاده للاستخفاف والا فمشكل او يكون واجبا۔[1]

نہ ہوگا انتہی۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس قولِ مختار کی دونوں شقّوں کو ہم ان دونوں قولوں کی مراد قرار دیں تو کوئی اختلاف نہ رہ جائے گا۔ اور گناہ نفسِ ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ استخفاف کی وجہ سے اس کی عادت بنالینے سے ہے، ورنہ مشکل ہے یا پھر واجب ہوجائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الجماعة سنة مؤكدة للرجال وقيل واجبة وعليه العامة ثمرته تظهر في الاثم بتركها مرة۔[2]

جماعت مردوں کے لئے سنّتِ مؤکدہ ہے، اور کہا گیا واجب ہے، اور اسی پر عامہ علماء ہیں، اور ثمرۂ اختلاف ایک بار ترک سے گنہگار ہونے کے حکم میں ظاہر ہوگا۔ (ت)

اسی کے سُنَنِ وضو میں ہے:

وتثليث الغسل المستوعب[ف1] ولا عبرة[ف2] للغرفات ولو اكتفى بمرة ان اعتاده

تین بار اس طرح دھونا کہ ہر مرتبہ پورے عضو کا احاطہ ہوجائے اس میں چُلّوؤں کی تعداد کا اعتبار نہیں۔

ف۱: مسئلہ طہارت میں ہر عضو کا پُورا تین بار دھونا سنّتِ مؤکّدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔

ف۲: مسئلہ پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی بہہ جانا معتبر ہے، مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کہ تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھیرا، دوبارہ دوسری تہائی دُھلی، سہ بارہ تیسری۔ تو یہ ایک ہی بار دھونا ہوا۔ ہر بار پورے ہاتھ پر کہنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصے کسی دفعہ نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا تو وضو ہی نہ ہوگا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۴

[2] الدرالمختار " باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

اثم والالا۔[1]

اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کی تو بصورت عادت گنہگار ہے اور عادت نہ ہو تو نہیں۔ (ت)

ف۱ خلاصہ میں ہے:

ان توضأ مرة مرة ان فعل لعزة الماء لعذر البرد اولحاجة لایکرہ وکذا ان فعله احیانا اما اذا اتخذ ذٰلك عادة یکرہ اھ[2]۔

اگر ایک بار وضو کیا اس وجہ سے کہ پانی کم یاب ہے یا ٹھنڈک لگنے کا عذر یا کوئی حاجت ہے تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر احیاناً ایسا کیا لیکن جب اسے عادت بنالے تو مکروہ ہے اھ۔

اقول ای تحریما لانه سنة مؤکدة وھی محمل الاطلاق والمنفیة عن فعله احیانا من دون عذر۔

اقول یعنی مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ سنتِ مؤکدہ ہے اور کراہت مطلق بولنے سے یہی مراد ہوتی ہے اور بلاعذر احیاناً کرنے سے جس کراہت کی نفی کی گئی ہے اس سے بھی یہی تحریمی مراد ہے۔ (ت)

اس کے نظائر کثیر وافر ہیں

فلا نظر الی ما وقع فی البحر صدر سنن الصلٰوة وقد ردہ فی رد المحتار ببعض ماذکرنا ھنا وباللہ التوفیق۔

تو وہ قابلِ توجہ نہیں جو بحر میں سننِ نماز کے شروع میں تحریر ہے اور ردالمحتار میں یہاں ہمارے ذکر کردہ بعض کلام کے ذریعہ اس کی تردید بھی کردی ہے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

ف۲ خوبتر یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخِ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخِ خراسان نے سنتِ مؤکدہ فرمایا

ف۱: مسئلہ اگر پانی کم ہے یا سردی سخت ہے یا اور کسی ضرورت کے لئے پانی درکار ہے اس وجہ سے اعضا ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔

ف۲: تطفل علی النہر۔

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

اور مفید میں یُوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اس کا ثبوت سنت سے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا :

هذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکها (مرۃ) بلاعذر یوجب اثما مع انه قول العراقیین والخراسانیین علی انه یاثم اذا اعتاد الترك کما فی القنیة اھ[1]

اس کا مقتضایہ ہے کہ بلاعذر ایک بار ترک کرنے سے گنہگار ہونے پر اتفاق ہو حالاں کہ یہ مشائخِ عراق کا قول ہے اور اہلِ خراسان یہ کہتے ہیں کہ جب ترک کی عادت ہو تو گنہگار ہوگا جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

فائدہ : اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف و اقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اس کا مستحب سے فرق اور مکروہِ تحریمی و تنزیہی کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلاً گناہ نہیں، اور یہ کہ مکروہِ تحریمی مطلقاً گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان، یہ سب ہمارے رسالہ بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروھین ۱۴۰۲ھ میں ہے وباللہ التوفیق۔

تنبیہ ۵ : جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اُن کا کلام مقرر رکھا مگر ردالمحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا، علامہ عمر نے تین ۳ دلیلیں پیش فرمائی تھیں :

(۱) کلام امام زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا۔

(۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینہ صارفہ ہونا۔

(۳) ملتقی میں اسے منہیات سے گننا۔

علامہ شامی نے اوّل کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں

کما ذکرنا انفا[2] اھ واشاربه الی ماقدمه قبل ھذہ الصفحة عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ماکرہ تحریما وھو

جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا اھ (ردالمحتار) اس سے ان کا اشارہ اس کلام کی طرف ہے جو اس سے ایک صفحہ پہلے بحر کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ مکروہ کی دو قسمیں ہیں، ایک[1] مکروہ تحریمی ــــ یہی مطلق

---

[1] النہر الفائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۸

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰

المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر، ثانیھما المکروہ تنزیھا وکثیرا مایطلقونہ کما فی شرح المنیۃ۔[1]

کراہت بولنے کے وقت مراد ہوتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں کتاب الزکاۃ میں ہے ۔۔۔ دوسری قسم مکروہِ تنزیہی ۔۔۔ اور بارہا اسے بھی مطلق بولتے ہیں جیسا کہ شرح منیہ میں ہے۔(ت)

اقول اس میں[ف1] کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت مطلق[ف2] بولتے اور اُس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادۂ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے ان میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں کما یفعلونہ فی مکروھات الصلوۃ (جیسے مکروہاتِ نماز میں ایسا کرتے ہیں۔ت) بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادۂ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق علی الاطلاق وکتب المذھب طافحۃ بذلک (جیسا کہ محقق علی الاطلاق کی تصریح گزری اور کتبِ مذہب اس کے بیان سے لبریز ہیں۔ت) تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاجِ دلیل ہے ورنہ استدلال نہر تام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاجِ تکمیل ہوا اور اُسی کی تضعیف بھی جلوہ نما۔ دوم[ف3] یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہے مثلاً جس نے آبِ نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اُسے سنّت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اُسی میں اُلٹ دیا اس میں کیا محذور ہے سوا اس کے کہ ایک عبث بات ہے۔

اقول اس[ف4] کا مبنی اُسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول وچہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں لبِ نہر اسراف کی تحریم کہاں اور یادرا ہیں کہ پانی کی اضاعت بے صارف کیا۔

وقد قدمنا مایکفی ویشفی ومنہ تعلم مافی تعبیرہ بالوضوء بماء النھر

اس پر ہم کافی وشافی بحث کرچکے ہیں۔ اسی سے وہ نکتہ بھی معلوم ہوجاتا ہے جو "وضو بماء النہر"

ف1: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف2: اگر فقہا خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔

ف3: معروضۃ اخری علیہ

ف4: معروضۃ ثالثۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۹

اما استنادہ الی ان حدیث فمن زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی و ظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الھدایۃ وغیرھا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص و اعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید قال وقدمنا انہ صریح فی عدم کراھۃ ذلک یعنی کراھۃ تحریم[1] اھ۔

سے تعبیر میں ہے — رہا ان کا یہ استناد کہ حدیث "جس نے اس پر زیادتی یا کمی کی تو اس نے حد سے تجاوز اور ظلم کیا" ہمارے نزدیک اعتقاد پر محمول ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہا میں ہے اور بدائع میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کمی بیشی کی اور اعتقاد یہ ہے کہ تین بار دھونا ہی سنت ہے تو وعید اسے لاحق نہ ہوگی۔ علامہ شامی نے کہا اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اس میں کراہت یعنی کراہت تحریم نہیں اھ۔

فاقول لایفید (ف) ماقصدہ من قصر الحکم علی کراھۃ التنزیہ مطلقا مالم یعتقد خلاف السنۃ کیف و لوکان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النھر کان تعودہ مکروھا تحریما ووقوعہ احیانا تنزیھا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظالم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذلک فمن زاد او نقص

فاقول اس سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو ان کا مقصود ہے کہ اسراف بہرحال مکروہ تنزیہی ہے جب تک مخالفت سنت کا اعتقاد نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ — اگر ترک اسراف سنت مؤکدہ ہے — جیسا کہ صاحب نہر اس کے قائل ہیں — تو اس کی عادت بنا لینا مکروہ تحریمی، اور احیاناً ہونا مکروہ تنزیہی ہوگا — اور حدیث یہ حکم کرتی ہے کہ مطلقاً جو زیادتی کرے خواہ ایک ہی بار وہ ظالم ہے تو اس کی تاویل اس امر سے ضروری ہوئی جو زیادتی کو مطلقاً ممنوع قرار دے دے اس لئے علماء نے اسے اس معنی پر محمول

ف: معروضۃ رابعۃ علیہ

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰

مرة ولم یعتقد لم یلحقه الوعید، الا ترى انهم هم الناصون بان من غسل الاعضاء مرة ان اعتاد اثم کما قدمناه عن الدرر ومعناه عن الخلاصة وقد صرح به فی الحلیة وغیرما کتاب۔

کیا۔ اب جو ایک بار زیادتی یا کمی کرے اور مخالفت کا اعتقاد نہ رکھے تو وعید اسے شامل نہ ہوگی۔ کیا یہ پیشِ نظر نہیں کہ علما اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ جو اعضاء ایک بار دھوئے اگر اس کا عادی ہو تو گنہگار ہے جیسا کہ درمختار کے حوالے سے ہم نے بیان کیا۔ اور اسی کے ہم معنی خلاصہ سے نقل کیا اور اس کی تصریح حلیہ وغیرہا متعدد کتابوں میں موجود ہے۔

ثم العجب[ف] انی رأیت العلامة نفسه قد صرح بهذا فی سنن الوضوء فقال[1] لا یخفی ان التثلیث حیث کان سنة مؤکدة واصر علی ترکه یأثم وان کان یعتقده سنة واما حملهم الوعید فی الحدیث علی عدم رؤیة الثلث سنة کما یأتی فذلک فی الترک ولو مرة بدلیل ما قلنا (قال) وبه اندفع ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرة بانه لو اثم بنفس الترک لما احتیج الی هذا الحمل اھ واقره فی النهر وغیره وذلک لانه مع عدم الاصرار محتاج الیه فتدبر[1] اھ۔

پھر حیرت یہ ہے کہ میں نے دیکھا علامہ شامی نے سننِ وضو کے بیان میں خود اس کی تصریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں، مخفی نہیں کہ تین بار دھونا جب بھی ہو سنت مؤکدہ ہے اور جو اس کے ترک پر اصرار کرے گنہگار ہے اگرچہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور علما کا وعیدِ حدیث کو تثلیث کے سنت نہ ماننے پر محمول کرنا جیسا کہ آرہا ہے یہ تو ایک بار ترک کرنے میں بھی ہے جس کی دلیل وہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ آگے لکھا: اسی سے وہ دفع ہوجاتا ہے جو بحر میں صرف ایک بار ترکِ تثلیث سے گنہگار نہ ہونے کے قول کو یہ کہہ کر ترجیح دی ہے کہ اگر نفس ترک سے گنہگار ہوجاتا تو حدیث کی یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اھ اس کلام کو نہر وغیرہ میں برقرار رکھا ہے۔ یہ کلام دفع یوں ہوجاتا ہے کہ عدم اصرار کے باوجود تاویلِ حدیث کی ضرورت ہے تو اس پر غور کرو اھ۔

ف: معروضة خامسة علیه

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۰ و ۸۱

وقال بعيدہ صريح ما في البدائع انه لاكراهة في الزيادة والنقصان مع اعتقاد سنية الثلث وهو مخالف لما مر من انه لو اكتفى بمرة واعتاده اثم ولما سيأتي ان الاسراف مكروه تحريما ولهذا فرع في الفتح وغيره على القول بحمل الوعيد على الاعتقاد بقوله فلو زاد لقصد الوضوء على الوضوء ولطمانينة القلب عند الشك اونقص لحاجة لاباس به فان مفاد هذا التفريع انه لو زاد اونقص بلاغرض صحيح يكره وان اعتقد سنية الثلث وبه صرح في الحلية فيحتاج الى التوفيق بين ما في البدائع وغيرہ ويمكن التوفيق بما قدمناه انه اذا فعل ذلك مرة لايكره مالم يعتقدہ سنة وان اعتادہ يكره وان اعتقد سنية الثلث الا اذا كان لغرض صحيح اھ[1]، ولكن سبحان من لا ينسى۔

اس کے کچھ آگے لکھا ہے: بدائع کی تصریح یہ ہے کہ تثلیث کو سنت مانتے ہوئے کم و بیش کر دینے میں کوئی کراہت نہیں اور یہ اس کے مخالف ہے جو بیان ہوا کہ اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کرے اور اس کا عادی ہو تو گنہگار ہوگا اور اس کے بھی خلاف ہے جو آگے آرہا ہے کہ اسراف مکروہِ تحریمی ہے اور اسی لئے فتح القدیر وغیرہ میں وعید کو اعتقاد پر محمول کرنے کے قول پر یہ تفریع کی ہے کہ اگر وضو پر وضو کے ارادے سے، یا شک کی حالت میں اطمینانِ قلب کے لئے زیادتی کی یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس تفریع کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی غرض صحیح کے بغیر کمی بیشی کی تو مکروہ ہے اگرچہ تثلیث کے مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور حلیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ تو بدائع اور دوسری کتابوں میں جو مذکور ہے اس میں تطبیق دینے کی ضرورت ہے اور یہ تطبیق اس کلام سے ہوسکتی ہے جو ہم نے پہلے تحریر کیا کہ جب ایک بار ایسا کرے تو مکروہ نہیں جبکہ اسے سنت نہ سمجھے اور اگر اس کا عادی ہو تو مکروہ ہے اگرچہ تثلیث کو سنت مانے مگر جب کسی غرض صحیح کے تحت ہو اھ ــ لیکن پاک ہے وہ جسے نسیان نہیں۔

اقول وانت تعلمان الكراهية

اقول ناظر کو معلوم ہے کہ کبھی ایک بار

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱ و ۸۲

المنفیة فیما اذا نقص مرۃ ھی التحریمیۃ کما قدمنا لان ترک السنۃ المؤکدۃ مرۃ واحدۃ ایضا مکروہ ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامۃ الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھۃ التنزیہ کما نصوا علیہ فاثباتہ المستفاد ھھنا بالمفہوم المخالف یفید کراھۃ التحریم۔

کمی کر دینے پر کراہت کی جو نفی کی گئی ہے اس سے کراہتِ تحریم مراد ہے جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کیا۔ اس لئے کہ سنّت مؤکدہ کا ایک بار بھی ترک مکروہ ہے اگرچہ مکروہِ تحریمی نہ ہو۔ اور عادت ہونے کی صورت پر وہ تفریع محمول ہوگی جو فتح، کافی، بحر اور عامۂ کتب میں مذکور ہے اس لئے کہ "لاباس بہ" (اس میں حرج نہیں) کراہت تنزیہ میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے تو اثبات "باس" (حرج) جو یہاں مفہومِ مخالف سے مستفاد ہے وہ کراہت تحریم کا افادہ کر رہا ہے۔

ھذا الکلام معہ رحمہ اللہ تعالٰی بما قرر نفسہ وعند العبد الضعیف منشؤ اٰخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے ساتھ خود ان ہی کی تقریر و تحریر سے کلام ہوا اور بندۂ ضعیف کے نزدیک حدیث کو اعتقاد پر محمول کئے جانے کا منشا دوسرا ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی ذکر ہوگا۔

سوم سے یہ جواب دیا کہ مکروہِ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحاً منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر (جیسا کہ تحریر میں ہے۔ ت)۔

اقول اولاً ف۱ رحمہ اللہ العلامۃ یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاحِ نحویاں ہے نہ کہ اصطلاحِ شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغۂ نہی اور بعض مندوبات میں صیغۂ امر ہوتا ہے، اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلافِ معانی سے انھیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو ان کی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً ف۲ ان کو مامور بہ و منہی عنہ کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز

ف۱ : معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲ : مکروہ تنزیہی لغۃً و شرعاً منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور اس میں صیغۂ نہی ہو۔

سے خاص ہے اور یہی عرف شرع و اصطلاحِ فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لاتفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا، تحریر کی عبارت محل مذکور سابقاً سے ملخصاً یہ ہے:

مسئلة اختلف فی لفظ المامور به فی المندوب قیل عن المحققین حقیقة والحنفیة وجمع من الشافعیة مجاز و یجب کون مراد المثبت ان الصیغة فی الندب یطلق علیها لفظ امر حقیقة بناء علی عرف النحاة فی ان الامر للصیغة المقابلة للماضی واخیه مستعملة فی الایجاب او غیره فالمندوب مامور به حقیقة والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب، والاول (ای نفی الحقیقة) اوجه لابتنائه علی الثابت لغة وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) و مثل هذه المکروه (تنزیها) منهی (عنه) اصطلاحا (نحویا) حقیقة مجاز لغة (لان النهی فی الاصطلاح یقال علی لاتفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا، اما فی اللغة فیمتنع ان یقال حقیقة نهی عن کذا الا اذا منع منه) اھ مزید

مسئلہ مندوب کے بارے میں لفظ مامورٌ بہٖ سے متعلق اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ محققین سے منقول ہے کہ وہ حقیقۃً مامور بہ ہے۔ اور حنفیہ اور ایک جماعت شافعیہ سے منقول ہے کہ مجازاً ہے۔ ضروری ہے کہ مُثبِت کی مراد یہ ہو کہ ندب میں جو صیغہ ہوتا ہے اس پر لفظ امر حقیقۃً بولا جاتا ہے اس بنیاد پر کہ نحویوں کا عرف یہ ہے کہ امر اس صیغہ کو کہتے ہیں جو ماضی و مضارع کے مقابلہ میں ہوتا ہے یہ ایجاب یا غیر ایجاب میں استعمال ہوتا ہے تو مندوب بھی حقیقۃً مامور بہ ہے — اور نافی اس پر ہے جو ثابت ہُوا کہ امر، وجوب میں خاص ہے۔ اور اول (یعنی نفی حقیقت) اَوجَہ ہے اس لئے کہ وہ اس پر مبنی ہے جو لغۃً ثابت ہے۔ اور پہلے کی بنیاد (نحویوں کی) اصطلاح پر ہے — اور اسی کی طرح مکروہ (تنزیہی) بھی (نحوی) اصطلاح میں حقیقۃً منہی (عنہ) ہے اور لغت میں مجازاً۔ (اس لئے کہ اصطلاح میں نہی کا اطلاق بطور استعلاء "لاتفعل" (مت کر) پر ہوتا ہے خواہ منع حتمی ہو یا نہ ہو۔ لیکن لغت میں حقیقۃً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں کام سے نہی کی مگر اسی وقت جب کہ اس سے منع کر دیا ہو) اھ، ہلالین کے

لہ التحریر فی اصول الفقہ المقالۃ الثانیۃ الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۲۵۵ تا ۲۵۷
التقریر والتحبیر شرح التحریر ؍؍ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۰ و ۱۹۱

اما بین الاھلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر لتلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج رحمھما اللہ تعالٰی۔
درمیان اضافہ محقق علی الاطلاق کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی کی شرح "التقریر والتحبیر" سے ہیں۔ (ت)

ثانیًا اقول [ف۱] اگر مکروہِ تنزیہی شرعًا حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی ما نھٰکم عنہ فانتھوا[۱] (کیونکہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے اور تمھیں جس چیز سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ ت) تو مکروہِ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا مکروہِ تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ میں دلائل قاہرہ قائم کئے ہیں کہ وہ ہرگز شرعًا منہی عنہ نہیں۔

ثالثًا [ف۲] خود علامہ شامی کو جابجا اس کا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاھر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباك النجوم (ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی ادائیگی فورًا مسنون ہے اور اس کے بعد ستاروں کے باہم مل جانے تک مباح ہے۔ ت) نقل کرکے فرمایا:

الظاھر انہ اراد بالمباح مالایمنع فلا ینافی کراھۃ التنزیہ[۲]
ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے مباح سے وہ مراد لیا ہے جو ممنوع نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہونے کے منافی نہیں۔ (ت)

آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابوالسعود سے نقل کیا:

المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ[۳] اھ
مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے (ت)

رابعا و خامسا اقول [ف۳] عجب تر یہ کہ صدر حظر میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں۔

ثم ادعی [ف۴] تبعا لزلۃ وقعت فی
پھر تلویح میں واقع ہونے والی ایک لغزش کی

ف۱: معروضۃ سابعۃ علیہ
ف۲: معروضۃ ثامنۃ علیہ
ف۳: معروضہ تاسعۃ علیہ
ف۴: معروضۃ عاشرۃ علیہ

---

[۱] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[۲] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۴۶
[۳] ″ کتاب الاشربہ ″ ″ ″ ۵/ ۲۹۶

التلویح واقمنا فی رسالتنا بسط الیدین الدلائل الساطعة علی بطلانہا و نقلنا مائة نص من ائمتنا و کتب مذہبنا متونا و شروحا و فتاوی منہا کتب نفس الشامی کرد المحتار و نسمات الاسحار علی خلافہ ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما و سبحٰن اللہ ای اعجب اعجب من ھذا ان یکون المکروہ تنزیہا منہیا عنہ والمکروہ تحریما غیر ممنوع۔

تبعیت میں یہ دعوٰی کر دیا کہ شیخین (امام اعظم و امام ابویوسف) رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک مکروہ تحریمی بھی ممنوع نہیں ــــ خدا ہی کے لئے پاکی ہے۔ اس سے زیادہ عجیب کون سا عجب ہوگا کہ مکروہِ تنزیہی تو منہی عنہ ہو اور مکروہِ تحریمی ممنوع نہ ہو۔ ہم نے اس کے بطلان پر اپنے رسالہ "بسط الیدین" میں روشن دلائل قائم کئے ہیں اور اس کے خلاف سو نصوص اپنے ائمہ اور اپنے مذہب کی کتبِ متون و شروح و فتاوٰی سے نقل کئے ہیں جن میں خود علامہ شامی کی کتابیں رد المحتار، نسمات الاسحار وغیرہ بھی ہیں۔ (ت)

سادساً عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آب جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اس کی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے

ففی الحلیة عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق و یراد بہ مالا یمتنع شرعا و ہو یشمل المباح والمکروہ والمندوب و الواجب[1]۔

کیوں کہ حلیہ میں اصول ابن حاجب سے نقل ہے کہ کبھی جائز بولا جاتا ہے اور اس سے وہ مراد ہوتا ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہو۔ یہ مباح، مکروہ، مندوب، واجب سب کو شامل ہے۔ (ت)

یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا مکروہِ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں۔

اقول یہ ایک تو اُس دعوے کا رَد ہوگیا کہ مکروہِ تنزیہی بھی حقیقةً منہی عنہ ہے۔

سابعاً اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قولِ صاحبِ نہر کی تسلیم ہوگئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارتِ جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع

ف۱: المعروضة الحادیة عشرة علیہ

ف۲: المعروضة الثانیة عشرة علیہ

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آب غیر جاری میں ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحبِ نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے، اس کے لئے اولاً تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم وباللہ التوفیق۔

تنبیہ ۶: اسراف بلاشبہہ ممنوع وناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین[1]

بیہودہ صَرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قال اللہ تعالٰی:

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربه کفورا[2] ○

مال بیجانہ اُڑا بیشک بیجا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا۔

اقول اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے:

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی۔

الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبة والبخاری فی الادب المفرد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححه والبیهقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلهم عنه رضی اللہ تعالٰی عنه فی قوله تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف[3]

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ، ادب مفرد میں بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم بافادۂ تصحیح، شعب الایمان میں بیہقی ــ اور الفاظ ابن جریر کے ہیں۔ یہ سب حضرات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ارشادِ باری تعالٰی "ولا تبذر تبذیرا" کے تحت راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا: تبذیر غیر حق میں صرف کرنا، اور یہی اسراف بھی ہے (ت)

ف: اسراف کے معنی کی تفصیل وتحقیق۔

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱ [2] القرآن الکریم ۱۷/۲۶ و ۲۷
[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۱۷/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۵

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا: وضع الشیئ فی غیر موضعہ[1] یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی:

لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا۔[2]

اگر تو پہاڑ برابر سونا طاعتِ الٰہی میں خرچ کرے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں، اس نے جواب دیا لاسرف فی خیر[3] خیر میں اسراف نہیں۔

اقول حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں اس پر نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے:

قال اللہ تعالٰی، ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا[4] ○

باری تعالٰی کا ارشاد ہے: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کر تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔ (ت)

وقال تعالٰی:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور

ف: مسئلہ مصارفِ خیر میں اعتدال چاہیے یا اپنا کُل مال یک لخت راہِ خدا میں دے دینے کی بھی اجازت ہے اس کی تحقیق۔

---

[1] تاج العروس باب الفاء فصل السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۳۸

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۵/ ۱۳۹۰

مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۷۶

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۹

یقترواوکان بین ذٰلک قواماً ؎۱ ۔ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں ۔ (ت)

آیۂ کریمۂ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا ؎۲ (اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور بے جا خرچ نہ کرو ۔ ت) کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواہا ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن جریج ؎۳ ۔ اُدھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے، اپنے جملہ اموال سے نصف حاضرِ خدمت اقدس لائے، حضور نے فرمایا، اہل وعیال کے لئے کیا رکھا، عرض کی واتنا ہی ۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا : اہل وعیال کے لئے کیا رکھا ؟ عرض کی : اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ اس پر حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمہارے ان جوابوں میں ۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کے لئے وہی

؎ نیز ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ! میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری ملک میں کچھ نہیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعراض فرمایا انھوں نے پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے وہ سونا اُن سے لے کر ایسا پھینکا کہ اُن کے لگتا تو درد پہنچاتا یا زخمی کرتا ۔ اور فرمایا : تم میں ایک شخص اپنا پُورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا، خیر الصدقۃ ماکان عن ظھر غنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے ۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (اس کو ابوداؤد وغیرہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ ۔ ت) ۔

؎۱ القرآن الکریم ۲۵ / ۶۷

؎۲ 〃 ۶ / ۱۴۱

؎۳ الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶ / ۱۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۳۳۱

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) 〃 〃 〃 〃 〃 ۸ / ۴۷

؎۴ سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱ / ۲۳۶-۲۳۵

حکم میانہ روی ہے اور صدقِ[ع] توکل و کمال تبتّل والوں کی شان بڑی ہے۔

ع۵ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ رواہ البزار عن بلال و ابویعلی والطبرانی فی الکبیر[1] و الاوسط والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر کالبزار عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم باسانید حسان۔

اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ (بزار نے حضرت بلال سے، اور ابویعلی اور طبرانی نے کبیر میں، اور اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے۔ اور طبرانی نے کبیر میں، جبکہ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہم سے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اس حدیث کا مورد یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کے پاس ایک خرمنِ خُرمہ ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کی: حضور کے مہمانوں کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ فرمایا، اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جھنم[2] کیا ڈرتا نہیں کہ اس کے سبب آتشِ دوزخ میں تیرے لئے دھواں ہو خرچ کر اے بلال! اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کر۔ بلکہ خود انھیں بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا، اے بلال! فقیر مرنا اور غنی نہ مرنا۔ عرض کی: اس کے لئے کیا طریقہ برتوں؟ فرمایا: ما رزقت فلا تخبأ وما سئلت فلا تمنع جو تجھے ملے اُسے نہ چھپا اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے انکار نہ کر۔ عرض کی:

اماقی بر سخو ... [illegible]

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۳۴۰
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی وابی یعلی والبزار الترغیب فی الانفاق مصطفی البابی مصر ۲/۵۱
کشف الخفاء حدیث ۶۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۹۰
کنز العمال حدیث ۱۶۱۸۵ و ۱۶۱۸۶ موسسۃ الرسالہ ۶/۳۸۶

[2] الترغیب والترہیب الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/۵۱

(۲) حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے
ابن جریر وابوالشیخ عن سفیٰن بن[عـه]   ابن جریر و ابوالشیخ سفیان بن حسین سے راوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یارسول اللہ! یہ میں کیونکر کرسکوں؟ فرمایا: ھو ذالك او النار یا یہ یا نار۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبوالشیخ فی الثواب والحاکم وقال صحیح الاسناد (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا یہ صحیح الاسناد ہے۔ ت)

اگر کہئے اُن پر تاکید اس لئے تھی کہ وُہ اصحابِ صُفّہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا عہد تھا کہ کچھ پاس نہ رکھیں گے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں اور ہم بھی نہیں کہتے کہ ایسا کرنا ہر ایک پر لازم ہے مگر ان حضرات پر اُس کے لازم فرمانے ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ محمود ہے اور ہر صادق التوکل کو اُس کی اجازت، ورنہ اُن کو بھی منع کیا جاتا جیسے ایک صاحب نے عمر بھر رات کو نہ سونے کا عہد کیا، ایک نے عمر بھر روزے رکھنے کا، ایک نے کبھی نکاح نہ کرنے کا۔ اس پر ناراضی فرمائی اور ارشاد ہوا: میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں فمن رغب عن سنتی فلیس منّی تو جو میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں، رواہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایک شخص نے پیادہ حج کی منت مانی، ضعف سے دو آدمیوں پر تکیہ دیے چل رہا تھا، اُسے سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان اللہ تعالٰی عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی۔ رویاہ[۳] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے (اسکو شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

عـه وقع فی نسخۃ الدر المنثور المطبوعۃ بمصر سعید بن جبیر وھو تصحیف اھ منہ عفی عنہ۔

عـه در منثور مطبوعہ مصر کے نسخہ میں سعید بن جبیر واقع ہوا ہے۔ یہ تصحیف ہے اھ منہ عفی عنہ۔ (ت)

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۳۴۱
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/۳۱۶
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی وابی الشیخ والحاکم الخ الترغیب فی الانفاق الخ مصطفی البابی مصر ۲/۵۲
[۲] صحیح البخاری کتاب النکاح ۲/۷۵۷ و صحیح مسلم کتاب النکاح ۱/۴۴۹
[۳] صحیح البخاری ابواب العمرۃ ۱/۲۵۱ و صحیح مسلم کتاب النذر ۲/۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

حصین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس بن معٰویة فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت به امر الله فھو سرف[1]

ہیں وہ ابوبشر سے، انھوں نے کہا: ایاس بن معاویہ کے گرد جمع ہو کر لوگوں نے ان سے پوچھا، اسراف کیا ہے؟ فرمایا: جس خرچ میں تم امرِ الٰہی سے تجاوز کر جاؤ وہ اسراف ہے۔ (ت)

اور اسی کی مثل اہلِ لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیأتی من التفسیر الکبیر (جیسا کہ تفسیر کبیر سے آئے گا۔ ت) تعریفات السید میں ہے:

الاسراف تجاوز الحد فی النفقة[2]

اسراف، خرچ میں حد سے آگے بڑھنا ہے۔ (ت)

اقول یہ تفسیر مجمل ہے حکمِ الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ، گٹوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو و نیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہیے یعنی حدِ اجازت سے تجاوز، اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کی طرف عود کرے گی۔

(۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مطہر یا مروت کے خلاف ہو، اول حرام ہے اور ثانی مکروہِ تنزیہی۔ طریقہ محمدیہ میں ہے:

الاسراف والتبذیر ھو ملکة بذل المال حیث یجب امساکه بحکم الشرع او المروءة وھی رغبة صادقة للنفس فی الافادة بقدر ما یمکن، وھما فی مخالفة الشرع حرامان وفی مخالفة المروءة مکروھان تنزیھا اھ[3]

اسراف و تبذیر اس جگہ مال خرچ کرنے کا ملکہ (نفس کی قوتِ راسخہ) جہاں شریعت یا مروت روکنا لازم کرے اور مروت امکانی حد تک پہنچانے کے کام میں نفس کی سچی رغبت کو کہتے ہیں۔ اسراف و تبذیر شریعت کی مخالفت میں ہوں تو حرام ہیں اور مروت کی مخالفت میں ہوں تو مکروہ تنزیہی ہیں۔

اقول وزاد ملکة لیجعلھما من منکرات القلب لانه فی

اقول ان دونوں کو منکراتِ قلب سے قرار دینے کے لئے لفظ ملکہ کا اضافہ کر دیا

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۶/۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۴
الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ " " " " " ۳/۳۳۲

[2] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

[3] طریقہ محمدیہ السابع والعشرون الاسراف والتبذیر مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/۱۵ و ۱۶

تعديدها ومثل الشارح العلامة سيدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفۃ المروءۃ بدفعہ للاجانب والتصدق بہ علیھم وترك الاقارب والجیران المحاویج[1] اھ۔

کیوں کہ یہاں وہ دل کی برائیاں ہی شمار کرا رہے ہیں۔ اور شارح علامہ سید عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے مخالفت مروت کی مثال پیش کی ہے کہ حاجت مند قرابتداروں اور ہمسایوں کو چھوڑ کر بیگانوں اور دُور والوں کو مال دے اور ان پر صدقہ کرے اھ۔

اقول ف۱ اخرج الطبرانی بسند ف۲ صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ[2] اھ فھو خلاف الشرع لامجرد خلاف المروءۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول طبرانی نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے امت محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا خدا اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے کچھ ایسے قرابت دار ہوں جو اس کے صلہ کے محتاج ہوں اور وہ دوسروں پر صرف کرتا ہو، اُس کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے خدا اس کی طرف روزِ قیامت نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ تو یہ (حاجتمند اقارب کو چھوڑ کر اجانب کو دینا) صرف مروّت ہی کے خلاف نہیں شریعت کے بھی خلاف ہے۔ اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔(ت)

ف۱: تطفل علی السید النابلسی۔

ف۲: مسئلہ جس کے عزیز محتاج ہوں اُسے منع ہے کہ اُنھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے۔ حدیث میں فرمایا: ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ السابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۸

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی الاقارب دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۱۷

وانا **اقول** وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اس نے ایک فضول کام میں اُٹھادیا جیسے بے مصلحتِ شرعی مکان کی زینت وآرائش میں مبالغہ اس سے اسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو دیتا تو ان کو کیسا نفع پہنچتا، تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بے معنی خواہش کو اُن کی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلافِ مروّت ہے۔

(۴) طاعتِ الٰہی کے غیر میں اُٹھانا۔ قاموس میں ہے:

الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعة اھ[1]۔

اسراف: تبذیر یا وہ جو غیر طاعت میں خرچ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں اسی کی نقل پر اقتصار فرمایا۔

اقول ظاہر ہے (ف) کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اُن میں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلافِ طاعت مراد لیں تو مثل تفسیر دوم ہوگی۔ اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ:

لایلزم من کونه غیر طاعة ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیته (ای سنیة الزیادة علی الثلث فی الوضوء) یکون منهیا عنه ویکون ترکه سنة مؤکدة[2]۔

اس کے غیر طاعت ہونے سے حرام ہونا لازم نہیں آتا، ہاں جب اس کے (وضو میں تین بار سے زیادہ دھونے کے) مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو وہ منہی عنہ ہوگا اور اس کا ترک سنتِ مؤکدہ ہوگا۔ (ت)

صحیح نہ رہے گا۔

(۵) حاجتِ شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا،

کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیة والبحر وتبعهما العلامة الشامی۔

جیسا کہ اس مبحث کے شروع میں حلیہ وبحر کے حوالے بیان ہوا اور علامہ شامی نے ان دونوں کا اتباع کیا۔ (ت)

ف: معروضة علی العلامة ش بل والقاموس ایضا۔

---

[1] القاموس المحیط باب الفاء فصل السین تحت "السرف" مصطفی البابی مصر ۱۵۶/۳

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مکروہات الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۹۰/۱

اقول اوّلاً [ف۱] مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اُن میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[۱]

اے نبی! تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں۔ (ت)

مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکار آمد بات مراد ہے۔

ثانیاً [ف۲] شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجتِ دنیویہ میں بھی زیادہ اُڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلافِ شرع نہ ہو تو یہ اس قول پر مبنی ہو جائے گا جس میں اسراف و تبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے۔ اگر کہئے ان علماء کا یہ کلام دربارۂ وضو ہے اُس میں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی۔

اقول اب مطلقاً حکمِ ممانعت مسلّم نہ ہوگا مثلاً میل چھڑانے یا شدّت گرما میں ٹھنڈک کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لئے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا:

الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ[۲]۔

اسراف قدرِ حاجت پر زیادتی کا نام ہے (ت)

اقول مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک اور خلل ہوگا کہ قدرِ حاجت سے زیادت کے لئے وجود حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے، ہاں حلیہ واتباع کی طرح خاص اسراف فی الوضوء کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا۔

(۶) غیر طاعت میں یا بلاحاجت خرچ کرنا۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:

الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ[۳]۔

اسراف اور تبذیر: بغیر حاجت یا غیر طاعتِ الٰہی میں خرچ کرنا ہے۔ (ت)

ف۱: تطفل علی الحلیۃ والبحروش۔ ف۲: تطفل اٰخر علیہم

---

[۱] القرآن الکریم ۷/۳۲

[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۷۶

[۳] النہایۃ لابن اثیر فی غریب الحدیث والاثر تحت لفظ "سرف" دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۲۵

مجمع بحار الانوار تحت لفظ سرف مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ السعودیۃ ۳/۶۶

یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے۔

اقول اولاً[ف۱] طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری۔

ثانیاً حاجت[ف۲] میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی۔

(۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے:

الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابة الحق فی العطیة اما بتجاوز حده فی الزیادة و اما بتقصیر عن حده الواجب[۱]

کلامِ عرب میں اسراف اسے کہتے ہیں کہ دینے میں حق کے حصول سے خطا کر جائے یا تو حق کی حد سے آگے بڑھ جائے یا اس کی واجبی حد سے پیچھے رہ جائے۔ (ت)

اقول یہ عطا[ف۳] کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف[۲] رواہ سعید بن منصور عن یحیی بن ابی عمرو السیبانی الثقة مرسلا۔

وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے (اسے سعید بن منصور نے یحیی بن ابی عمرو شیبانی ثقہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ ت)

(۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے:

الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس[۳] اھ قدمه ھھنا واقتصر علیه فی المسرف۔

اسراف: گھٹیا مقصد میں زیادہ مال خرچ کر دینا اھ۔ بیان اسراف میں اس تعریف کو مقدم رکھا اور مُسرف کی تعریف میں صرف اسی کو ذکر کیا۔ (ت)

اقول یہ بھی جامع[ف۴] نہیں بے غرض محض تھوڑا مال ضائع کر دینا بھی اسراف ہے۔

ف۱: تطفل علی ابن الاثیر والعلامة طاہر
ف۲: تطفل اٰخر علیہما
ف۳: تطفل علی ابن جریر
ف۴: تطفل علی العلامة السید الشریف

---

[۱] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۶/۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۵
[۲] کنز العمال بحوالہ ص عن یحیی بن ابی عمرو حدیث ۲۶۲۴۸ موسسة الرسالہ ۹/۳۲۵
[۳] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

(۹) حرام میں سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا۔ حکاہ السید قیلاً[1] (تعریفات میں سید شریف نے اسے بطور قیل حکایت کیا۔ ت) اقول یہ کھانے سے خاص ہے۔

(۱۰) لائق و پسندیدہ بات میں قدر لائق سے زیادہ اٹھا دینا۔ تعریفات علامہ شریف میں ہے:

الاسراف صرف الشیئ فیماینبغی زائدا علی ماینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیمالاینبغی[2]

اسراف: مناسب کام میں حد مناسب سے زیادہ خرچ کرنا، بخلاف تبذیر کے کہ وہ نامناسب امر میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ (ت)

اقول ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص میں اُس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہو جائے ولیس ببعید (اور یہ بعید نہیں۔ ت) اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اس میں جو کچھ اُٹھے گا اس تفسیر پر داخلِ تبذیر ہوگا۔

(۱۱) بے فائدہ خرچ کرنا۔ قاموس میں ہے:

ذھب ماء الحوض سرفا فاض من نواحیہ[3]

حوض کا پانی اس کے کناروں سے بہ گیا (ت)

تاج العروس میں ہے:

قال شمر سرف الماء ماذھب منہ فی غیر سقی ولانفع یقال اروت البئر النخیل وذھب بقیۃ الماء سرفا[4]

شمر نے کہا سرف الماء کا معنیٰ وہ پانی جو سینچائی یا کسی فائدہ کے بغیر جاتا رہا، کہا جاتا ہے کنویں نے کھجوروں کو سیراب کر دیا اور باقی پانی سرف (بیکار) گیا۔ (ت)

تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری میں ہے:

ف: معروضۃ علی من نقل عنہ السید۔

---

[1] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۱۰

[2] " " " " " " " "

[3] القاموس المحیط باب الفاء فصل السین مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۵۶

[4] تاج العروس " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۳۸

اعلموان لاھل اللغۃ فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف تجاوز ما حد لك الثانی قال شمر[علہ] سرف المال[عہ۲] ما ذھب منہ فی غیر منفعۃ[۱]

واضح ہو کہ اسراف کی تفسیر میں اہل لغت کے دو قول ہیں: اول، ابن الاعرابی نے کہا سرف کا معنی مقررہ حد سے تجاوز۔ دوم شمر نے کہا سرف المال وہ جو بے فائدہ چلا جائے (ت)

اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک مرتبہ زینت ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بے فائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع ومانع وواضح تر تعریف اول ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم کی گٹھڑی فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابوحنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ وعنہم اجمعین۔

تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں،

(ا) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا ہیں۔

اقول یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وعامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، قولِ اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی،

کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نتحدث ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ[۲]

ہم اصحاب محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ بیان کرتے تھے کہ تبذیر غیر حق میں خرچ کرنے کا نام ہے۔ (ت)

ف: تبذیر واسراف کے معانی میں فرق کی بحث۔

[علہ] وقع ھھنا فی نسخۃ تفسیر النیسابوری المطبوعۃ بمصر عمر بالعین وھو تحریف۔

[علہ] یہاں تفسیر نیشاپوری کے مصری مطبوعہ نسخہ میں شمر کے بجائے عین سے عمر چھپ گیا ہے، یہ تحریف ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۲] ھکذا ھو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیۃ التاج انہ الماء بالھمزۃ ۱۲ منہ۔

[عہ۲] یہ دونوں تفسیروں میں اسی طرح لام سے "مال" لکھا ہوا ہے اور تاج العروس کا تقاضا ہے کہ یہ ہمزہ سے "ماء" ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۷۵ و ۱۷۶

[۲] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " ۱۷/ ۲۶ و ۲۷ دار احیاء التراث العربی ۱۵/ ۸۶

سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر و ابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

المبذر المنفق فی غیر حقہ[1] | مُبَذِّر وہ جو غیر حق میں خرچ کرے۔ (ت)

ابن جریر کی ایک روایت اُن سے یہ ہے:

لا تنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق، وقال مجاھد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا و لو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا[2]

باطل میں خرچ نہ کر کہ مُبَذِّر وہی ہے جو ناحق میں خرچ کرتا ہو۔ مجاہد نے کہا: اگر انسان اپنا سارا مال حق میں خرچ کردے تو تبذیر نہیں اور اگر ایک مُد باطل میں خرچ کردے تو تبذیر ہے (ت)

نیز قتادہ سے راوی:

التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد[3]

تبذیر: اللہ کی معصیت میں، غیر حق میں، اور فساد میں خرچ کرنا ہے۔ (ت)

نہایہ و مختصر امام سیوطی میں ہے:

المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ[4]

مُبَاذِر و مُبَذِّر، خرچ میں اسراف کرنے والا۔ (ت)

نیز مختصر میں ہے:

الاسراف التبذیر[5] (اسراف کا معنی تبذیر ہے۔ ت)

قاموس میں ہے:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ و ۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۶
الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور والبخاری فی الادب و ابن المنذر والبیہقی فی شعب الایمان ″ ″ ۵/۲۳۹

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ و ۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۷

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[4] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب الباء مع الذال تحت لفظ بذر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۱۰
مختصر احیاء العلوم

[5] ″ ″ ″ ″ ″

بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ اسرافا۔[1] | بذرہ تبذیرا اسے خراب کیا اور بطور اسراف بانٹ دیا۔(ت)

تعریفات السید میں ہے:

التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف۔[2] | تبذیر: بطور اسراف مال بانٹنا۔(ت)

اسی طرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا۔

(۲) ان میں فرق ہے تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔ ابن جریر عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لا تبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی۔[3] | "لا تبذر تبذیرا" کا معنی ہے "معاصی میں نہ دے"۔(ت)

اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو ازانجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت "لا تعط فی المعاصی" (اس کی نافرمانی میں مت دے۔ت) کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو، بالجملہ تبذیر کے مقصود وحکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم۔

وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یشمل الاسراف فی عرف اللغۃ[4]، وبہ صرح العلامۃ الشھاب فی عنایۃ القاضی و | اور اس وقت یہی مشہور ہے اور تاج العروس میں اپنے شیخ کی روایت سے ائمہ اشتقاق سے نقل کیا ہے کہ لغت کے عرف میں تبذیر اسراف کو شامل ہے اھ ــ اس کی صراحت علامہ شہاب خفاجی نے عنایۃ القاضی میں کی ہے اور

---

[1] القاموس المحیط باب الراء فصل الباء مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۳
[2] التعریفات للسید الشریف انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۲۴
[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶ و ۲۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۸۷
[4] تاج العروس باب الراء فصل الباء " " " ۳/ ۹!

مفادہ ان التبذیر اعم ولم یفسراہ۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ تبذیر اعم ہے اور دونوں نے اس کی تفسیر نہ کی۔(ت)

بعض نے یوں فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بے موقع بات میں صرف کرنا تبذیر، دونوں برے ہیں اور تبذیر بدتر۔

قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق و التبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم[1]

خفاجی نے فرمایا: جیسا کہ کشف میں نقل کیا ہے ان دونوں میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ اسراف مقدار میں حد سے آگے بڑھنا اور یہ حقوق کی قدروں سے ناآشنائی ہے۔ اور تبذیر حق کی جگہ سے تجاوز کرنا اور یہ کیفیت اور اس کے مقامات سے ناآشنائی ہے اور دونوں ہی مذموم ہیں اور ثانی زیادہ برا ہے۔(ت)

اس تقدیر پر دونوں متباین ہوں گے۔

اقول اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بے موقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع و محل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بے موقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو۔ بالجملہ احاطۂ کلمات سے روشن ہوا کہ وہ قطب جن پر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت، اور حکم دونوں کا منع و کراہت۔

اقول معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اُس میں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں، لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ، ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ و استہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائیں گے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو

ف: مسئلہ اسراف کہ ناجائز و گناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف و استعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔

---

[1] عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی تحت الآیۃ ۱۷/ ۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۲

اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی، اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال[1] | بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مکروہ رکھا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت (ت)

یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف، وباللہ التوفیق۔

فائدہف: یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اس کی بہت مثالیں اُن پانیوں میں ملیں گی جن کو ہم نے آبِ وضو سے مستثنٰی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور ان کے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جن میں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا:

(۱) یہ کہ وضو علی الوضوء کی نیت کرے کہ نورٌ علٰی نور ہے۔

(۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے، مثلاً شک ہوا کہ منہ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایک بار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو، اور ایک بار کا خیال ہوا تو دو بار، اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہوجائے، یہ اسراف نہیں کہ اطمینانِ قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیان کرآئے کہ، دع ما یریبك الی مالا یریبك[2] شک کی

ف: مسئلہ اُن صحیح غرضوں کا بیان جن کے لئے وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخلِ اسراف نہیں بلکہ جائز وروا یا محمود ومستحسن ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب ماینہی عن اضاعۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " " ۲/۷۵
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشتبہات " " " ۱/۲۷۵

بات چھوڑ کر وہ کر جس میں شک نہ رہے۔

کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے:

ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم) اذا زادہ معتقدا ان السنة ھذا فاما لو زاد لطمانینة القلب عند الشك او نیة وضوء اٰخر فلا باس بہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بترك مایریبہ الٰی مالایریبہ[1]۔

حدیث پاک "جس نے اس سے زیادتی یا کمی کی وہ حد سے بڑھا اور ظلم کیا" کی وعید اس صورت میں ہے جب یہ اعتقاد رکھتے ہوئے زیادہ کرے کہ زیادہ کرنا ہی سنت ہے لیکن شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کرے یا دوسرے وضو کی نیت ہو تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ شک کی حالت چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرے جس میں شک نہ رہے۔(ت)

فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنة (وعید اس لئے ہے کہ وہ سنت نہیں سمجھتا ہے۔ت) کے تحت میں ہے:

فلو رأہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء اولطمانینة القلب عند الشك او نقص لحاجتہ لاباس بہ[2]۔

تو اگر تثلیث کو سنّت مانا اور وضو پر وضو کے ارادے سے یا شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادہ کیا یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔(ت)

عنایہ میں ہے:

اذا زاد لطمانینة القلب عند الشك او بنیة وضوء اٰخر فلا باس بہ فان الوضوء علی الوضوء نورٌ علٰی نور وقد امر بترك مایریبہ الی مالایریبہ[3]۔

شک کے وقت اطمینان قلب کے لئے یا دوسرے وضو کی نیت سے زیادہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وضوء علی الوضو نورٌ علٰی نور ہے اور اسے حکم ہے کہ شک کی صورت چھوڑ کر وہ اختیار کرے جس میں اسے شک نہ ہو۔(ت)

[1] الکافی شرح الوافی

[2] فتح القدیر — کتاب الطہارۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۷

[3] العنایۃ علی الہدایۃ مع فتح القدیر — ″ — ″ — ″

حلیہ میں ہے:

الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ ومحیط رضی الدین والبدائع و نص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر وھل لو زاد علی الثلاث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف[1]

وعید اعتقادِ مذکور پر ہے خود فعل پر نہیں۔ اسی کو ہدایہ، محیط رضی الدین اور بدائع میں بھی اختیار کیا ہے اور بدائع میں صراحت کی ہے کہ یہی صحیح ہے اس لئے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت کو نہ مانے وہ بدمذہب ہے اسے وعید لاحق ہوگی۔ اور اگر تین پر اضافہ وضو علی الوضو کے ارادہ سے ہے یا شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے ہے تو اسے وعید لاحق نہ ہوگی اور یہ ظاہر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مذکورہ باتوں میں سے کسی کا قصد ہوئے بغیر اس نے تین بار سے زیادہ دھویا مکروہ ہے یا نہیں، ظاہر یہ ہے کہ مکروہ ہے کیونکہ یہ اسراف ہے۔

اسی طرح نہایہ ومعراج الہدایہ ومبسوط وسراج وہاج وبرجندی ودرمختار وعلمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں واقع ہوا

صُورتِ اولٰی میں تین[2] وجہ سے:

وجہِ اول وضو عبادت[ف] مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کیلئے وسیلہ ہے ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے،

ف: مسئلہ بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدہ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لئے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کرچکا ہو بغیر اس کے تجدیدِ وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب ہے، ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیثِ خیر الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام مطلقاً تجدیدِ وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

توجب تک اس سے کوئی کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہولے اس کی تجدید مشروع نہ ہونی چاہئے کہ اسراف محض ہوگی۔ یہ اعتراض محقق ابراہیم حلبی کا ہے۔ خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کرکے فرمایا تھا:

هذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استأنف الوضوء لایکرہ بالاتفاق[1]۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ابھی وضو سے فارغ نہ ہوا ہو اگر فارغ ہوگیا پھر از سرِ نو وضو کیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کما فی ش۔ اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہوکر معاً بہ نیت وضو علی الوضوء دوسرا وضو شروع کردینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اس پر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سُنن الوضوء فصل ثانی میں زیرِ حدیث فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی[2] (توجس نے اس پر زیادتی کی اُس نے بُرا کیا اور حد سے آگے بڑھا۔ ت) اُن کی تبعیت کی۔

اقول اولاً[ف۱] جب ائمۂ ثقات نے ہمارے علماء کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش۔

ثانیاً[ف۲] عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہوکر جائز ہو بلکہ فی نفسہٖ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت[ف۳] باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے۔ فتاوٰی قاضی خان و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے،

ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما أحدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا[3]۔

اسی میں سے وضو کی محافظت بھی ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب بے وضو ہو وضو کرلے تاکہ ہر وقت باوضو رہے، وضو کی محافظت اسلام کی سنّت ہے۔ (ت)

ف۱: تطفل علی الغنیۃ وعلی القاری۔ ف۲: تطفل اٰخر علیہما

ف۳: مسئلہ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲

[2] مرقاۃ المفاتیح ″ ″ باب ″ تحت الحدیث ۴۱۷ ″ ″ ۲/ ۱۲۴

[3] الفتاوی الہندیۃ ″ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹

بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں اُسے اسلام کی سُنتوں سے بتایا، فرماتے ہیں:
المحافظۃ علی الوضوء سنۃ الاسلام[1] وضو کی محافظت اسلام کی سنت ہے۔ (ت)
اس کی شرح مفاتیح الجنان و مصابیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے:
بلغنا ان اللہ تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا موسٰی اذا اصابتك مصیبۃ وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسك[2] یعنی ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: اے موسٰی! اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔
اُسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے: قال بعض اھل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللہ تعالٰی بسبع خصال[3] الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اُسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے:
(۱) ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔
(۲) قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
(۳) اس کے اعضاء تسبیح کریں۔

(۴) اُسے تکبیر اُولٰی فوت نہ ہو۔
(۵) جب سوئے اللہ تعالٰی کچھ فرشتے بھیجے کہ جن و انس کے شر سے اُس کی حفاظت کریں۔
(۶) سکراتِ موت اس پر آسان ہو۔
(۷) جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔
اُسی میں بحوالہ مقدمہ غزنویہ و خالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:
من احدث ولم یتوضأ فقد جفانی[4] جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اس نے میرا کمال ادب جیسا چاہیے ملحوظ نہ رکھا۔

---

[1] شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۲
[2] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۴

اقول مگر ظاہرًا یہ حدیث بے اصل ہے،

تشهد به قريحة من نظر فيه بتمامه وايضا لوصح لوجبت استدامة الوضوء ولا قائل به والله تعالٰى اعلم۔

جو پوری حدیث میں غور کرے اس کی طبیعت اس کی شہادت دے گی۔ اور اگر یہ درست ہوتی تو ہمیشہ باوضو رہنا واجب ہوتا، اور کوئی اس کا قائل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ثالثًا وہ تنظیف[1] ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہیں کہ تجدید موجب تنظیف مزید۔

ولہذا[2] جمعہ وعیدین وعرفہ[عہ] واحرام ووقوف عرفات ووقوف مزدلفہ وحاضریِ حرم وحاضریِ سرکار اعظم

ف۱: تطفل ثالث علیهما۔

ف۲: مسئلہ اُن بعض اوقات ومواقع کا ذکر جن کے لئے غسل مستحب ہے۔

عہ قال فی الدر وفی جبل عرفة[1]، قال ش "اقحم لفظ جبل اشارة الی ان الغسل للوقوف نفسه لا لدخول عرفات ولا لليوم وما فی البدائع من انه یجوز ان یکون علی الاختلاف ای للوقوف او للیوم کما فی الجمعة ردّه فی الحلیة بان الظاهر انه للوقوف قال وما اظن ان احدا ذهب الی استنانه لیوم عرفة بلا حضور عرفات اھ،

عہ درمختار میں ہے "جبل عرفہ پر غسل"، شامی میں ہے لفظ جبل اس بات کی جانب اشارہ کے لئے بڑھادیا کہ غسل خود وقوف کی وجہ سے ہے عرفات میں داخل ہونے یا روزِ عرفہ کی وجہ سے نہیں — اور بدائع میں جو ہے کہ "ہوسکتا ہے اس میں اختلاف ہو کہ غسل وقوف کی وجہ سے ہے یا اس دن کی وجہ سے ہے جیسے جمعہ میں اختلاف ہے" حلیہ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ غسل وقوف کی وجہ سے ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی کا یہ مذہب ہو کہ عرفات کی حاضری کے بغیر صرف روزِ عرفہ کا غسل مسنون ہے۔ اھ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲

و دخول منٰی و رمی جمار ہر سہ روز و شب برات و شب قدر و شب عرفہ و حاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے۔ درمختار میں قولِ ماتن سن لصلوٰۃ جمعۃ و عیدٍ[1] (نمازِ جمعہ و عیدین کیلئے غسل سنت ہے۔ ت) کے بعد ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واقرہ فی البحر والنھر لکن قال المقدسی فی شرح نظم الکنز لایستبعد سنیتہ للیوم لفضیلتہ حتی لو حلف بطلاق امرأتہ فی افضل ایام العام تطلق یوم عرفۃ ذکرہ ابن ملك فی شرح المشارق[2] اھ اقول ھذا صاحب الدر ناصا علی استنانہ ای استحبابہ لیلۃ عرفۃ وقد عدھا فی التاتارخانیۃ والقھستانی فالیوم احق فلذا افردت عرفۃ من الوقوف وکذا دخول منی من رمی الجمار تبعا للتنویر شرح الغزنویۃ کما نقل عنہ ش، واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ۔

اسے بحر و نہر میں برقرار رکھا ــــ لیکن مقدسی نے شرح نظم کنز میں لکھا کہ؛ دن کے باعث اس غسل کا مسنون ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ دن فضیلت رکھتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ کہا کہ میری عورت کو سال کے سب سے افضل دن میں طلاق، تو روزِ عرفہ اس پر طلاق واقع ہوگی۔ اسے ابن ملک نے شرح مشارق میں ذکر کیا اھ اھ۔ **اقول** یہ خود صاحبِ درمختار ہیں جنھوں نے عرفہ کی شب میں غسل مسنون یعنی مستحب ہونے کی صراحت فرمائی اور تاتارخانیہ و قہستانی میں بھی اسے شمار کیا تو دن اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اسی لئے میں نے عرفہ کو وقوف سے الگ شمار کیا اسی طرح دخول منی کو رمی جمار سے الگ کیا تنویر اور شرح غزنویہ کی تبعیت میں جیسا کہ اس سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

ف: تطفل علی الدر

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲

[2] ردالمحتار ؍؍ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۴

وکذا الدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس[1] الخ۔	اسی طرح مدینہ میں داخل ہونے اور لوگوں کے مجمع میں حاضر ہونے کے لئے سنت ہے الخ۔ (ت)

ان سب میں نماز کے لئے وسیلہ ہونا کہاں کہ جنابت نہیں۔

رابعًا [ف۱] صرف وسیلہ ہی ہوکر مشروع ہوتا تو ایک بار کوئی فعل مقصود کرلینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جب تک باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے۔

خامسًا بلکہ چاہئے [ف۲] تھا کہ شرع مطہر وضو میں تثلیث بھی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایک بار دھونے سے حاصل ہوگیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لئے۔

سادسًا [ف۳] رزین نے عبداللہ بن زید [ف۴] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال ھو نور علی نور[2]	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے۔

ایک ہی بار کے دھونے میں نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اس پر اور زیادت کیوں فضول ہوگی حالانکہ انھیں رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوضوء علی الوضوء نورٌ علٰی نور[3]	وضو پر وضو نور پر نور ہے۔

سابعًا ابوداود وترمذی وابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من توضأ علی طھر کتب لہ عشر	جو باوضو وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں

ف۱: تطفل رابعۃ علی الغنیۃ والقاری
ف۲: تطفل خامس علیہما
ف۳: تطفل سادس علیہما
ف۴: وضو پر وضو کے فضائل

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲
[2] مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء الفصل الثالث قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷
[3] کشف الخفاء حدیث ۲۸۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۳

حسنات[1] لکھی جائیں۔

مناوی نے تیسیر میں کہا: ای عشر وضوءات[2] یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشایخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں، اسی بنا پر سیدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا، رد المحتار میں ہے:

لکن ذکر سیدی عبد الغنی النابلسی ان المفھوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ ولو بلا فصل بصلٰوۃ او مجلس اٰخر و لا اسراف فیما ھو مشروع اما لو کررہ ثالثا اورابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل بما ذکر، والاکان اسرافا محضا اھ فتأمل[3] اھ۔

لیکن سیدی عبد الغنی نابلسی نے ذکر کیا ہے کہ اطلاقِ حدیث سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایک بار وضو کے بعد اگر کسی نماز کی ادائیگی یا کسی مجلس کی تبدیلی سے فصل نہ ہوا تو بھی دوسری بار وضو جائز و مشروع ہے اور امر مشروع کے اندر صرف کرنے میں اسراف نہیں لیکن اگر تیسری یا چوتھی بار وضو کرے تو اس کی مشروعیت کے لئے مذکورہ امور میں سے کسی کے ذریعہ فصل کی شرط ہوگی ورنہ محض اسراف ہوگا اھ تو تامل کرو اھ۔

اقول لکن[ف] اطلاق الحدیثین یشمل الثالث والرابع ایضا و ایضا اذا لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی

اقول لیکن دونوں حدیثوں کا اطلاق تو تیسری اور چوتھی بار کو بھی شامل ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ جب دوسری بار میں اسراف نہ ہوا

ف: تطفل علی المولی النابلسی۔

---

[1] سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدیث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الوضوء لکل صلٰوۃ حدیث ۵۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۲ و ۱۲۳
سنن ابن ماجہ " باب الوضوء علی طہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۱

[3] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۱

الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظر الی لفظ الوضوء علی الوضوء فھما وضوأن فحسب وکذلك من توضأ علی طھر۔ **اقول** ووھنه لایخفی فقوله تعالٰی وھنا علی وھن[1] لایدل ان ھناك وھنین فقط وکان الشامی الی ھذا اشار لقوله تأمل تأمل وسیاتی ماخذ کلام العارف مع الکلام علیه قریبا ان شاء اللہ تعالٰی۔

تو تیسری چوتھی بار میں بھی نہ ہوگا۔ شاید علامہ نابلسی قدس سرہ کی نظر لفظ وضوعلی الوضوپر ہے کہ یہ صرف دو وضو ہوتے ہیں اور یہی حال اس کا ہے جس نے وضو ہوتے ہوئے وضو کیا۔ **اقول** اس خیال کی کمزوری مخفی نہیں، دیکھئے ارشادِ باری تعالٰی وھن علی وھن (کمزوری پر کمزوری) یہ نہیں بتاتا کہ وہاں صرف دو ہی کمزوریاں ہیں شاید علامہ شامی نے لفظ "تأمل" سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ___ تأمل کرو ___ اور علامہ شامی نے سیدی العارف کے کلام کا جو حصہ ذکر نہیں کیا وہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی اس پر کلام کے ساتھ جلد ہی آئے گا۔ (ت)

ثامنًا اقول حل[1] یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرط صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو[2] مستحب ہے وہ صرف ترتب ثواب کے لئے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصد ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اس سے عمل مستحب فیہ میں حسن بڑھے کہ مستحب[3] کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لئے ہوتا ہے اور اکمالِ سنن واجب اور واجب اکمال فرض۔

اقول اور فرض اکمال ایمان کے لئے اس سے ان کا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا، خلاصہ و بزازیہ و خزانۃ المفتین میں ہے:

الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال

واجبات، فرائض کا تکملہ ہیں اور سنتیں واجبات

ف۱: تطفل سابع علی الغنیۃ والقاری۔
ف۲: مصنف کی تحقیق کہ جو وضو یا غسل مستحب ہے وہ وسیلہ محضہ نہیں خود بھی مقصود ہے۔
ف۳: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی، واجب فرض کی، فرض ایمان کی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

الواجبات والآداب اکمال السنن[1]۔ | کا تکملہ، اور آداب سنتوں کا تکملہ۔ (ت)

درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے:

یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات[2]۔ | سنت کی ادائیگی کا حکم مطلقاً ہے اگرچہ تنہا نماز پڑھے یہی اصح ہے اس لئے کہ سنتیں (فرائض و واجبات کی) تکمیل کرنے والی ہیں۔ (ت)

اُسی کی بحث تراویح میں ہے:

ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل[3]۔ | تراویح کی بیس۲۰ رکعتیں ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مکمِّل، مکمَّل کے برابر ہوجائے۔ (ت)

(فجر سے وتر تک فرض و واجب کی کل بیس۲۰ رکعتیں ہیں تو ان کی تکمیل کرنے والی سنت تراویح کی بھی بیس۲۰ رکعتیں ہیں ۱۲م)

ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں، بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان النیۃ لیست بشرط فی کون الوضوء مفتاحا للصلوۃ قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانہا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح[4]۔ | واضح ہو کہ وضو کے کلیدِ نماز بننے میں نیت شرط نہیں۔ کلیدِ نماز بننے کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ وضو کے سبب ثواب بننے میں برقولِ اصح نیت ضرور شرط ہے۔ (ت)

اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب[ف] محتاجِ نیت ہوا اور وسائلِ محضہ محتاجِ نیت نہیں ہوتے۔

ف: مسئلہ وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الثانی واجبات الصلوۃ عشرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۱
خزانۃ المفتین فرائض الصلوۃ و واجباتہا قلمی (فوٹو) ۱/ ۲۶

[2] الدرالمختار کتاب الصلوۃ باب ادراک الفریضۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۰

[3] " " باب الوتر والنوافل " ۱/ ۹۸

[4] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴

فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے:

اذا لم ینو حتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فهل یقع الشرط المعتبر للصلٰوۃ حتی تصح به اولا قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاته فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ وباقی شروط الصلٰوۃ لایفتقر اعتبارها الی ان تنوی[1]	بے نیت وضو کرلیا جس کے باعث وہ عبادت و سببِ ثواب نہ بن سکا تو کیا اس (بے نیت وضو) سے نماز صحیح ہوجائیگی اور یہ اس وضو کی جگہ ہوجائیگی جس کی شرط نماز میں رکھی گئی ہے؟ ہم جواب دیں گے ہاں۔ اس لئے کہ شرط دوسری چیز کو بروئے کار لانے کے لئے مقصود ہے بذاتِ خود مقصود نہیں، تو یہ جیسے بھی حاصل ہو مقصود حاصل ہوجائے گا، جیسے سترِ عورت اور باقی شرائطِ نماز ہیں کہ ان کے قابلِ اعتبار ہونے کے لئے ان میں نیت ہونے کی ضرورت نہیں۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود۔

تاسعًا محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ[ف۱] (یعنی سجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کے سوا محض سجدۂ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علماء نے اس پر حکمِ کراہت دیا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجۂ اولٰی۔

اقول خود محقق[ف۲] رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں سجدۂ نماز وسہو وتلاوت ونذر وشکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا:

اما بغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروہ[2] نقله عن المجتبٰی مقرا علیه و	یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت۔ (غنیہ میں اسے مجتبٰی سے نقل کرکے برقرار رکھا

ف۱: مسئلہ سجدۂ بے سبب کا حکم

ف۲: تطفل ثامن علیهما

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵ و ۲۶
فتح القدیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل مسائل شتّٰی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۶ و ۶۱۷

نقلہ عن الغنیۃ فی ردالمحتار ایضا واقر ھذا ھھنا واعتمد ذاك ثمہ الا ان یحمل ماھنا علی کراھۃ التنزیہ وماثمہ علی نفی المأثم ای کراھۃ التحریم فیتوافقان لکن یحتاج الحکم بکراھتہ ولو تنزیھا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللہ تعالٰی اعلم۔

اور غنیہ سے اسے ردالمحتار میں بھی نقل کیا اور وضوء علی الوضوء کے بیان میں غنیہ کے قول (سجدۂ بے سبب کی کراہت) کو برقرار رکھا اور آخر باب سجدۂ تلاوت میں سجدۂ بے سبب کے غیر مکروہ ہونے پر اعتماد کیا مگر تطبیق یُوں ہوسکتی ہے کہ یہاں جو کراہت مذکور ہے وہ کراہت تنزیہ پر محمول ہو اور وہاں جو نفی کراہت ہے وہ نفی گناہ یعنی کراہت تحریم کی نفی پر محمول ہو لیکن کراہت کا حکم کرنے کے لئے اگرچہ کراہت تنزیہ ہی ہو کسی دلیل کی حاجت ہے جو شرعاً اس کی کراہت بتاتی ہو جیسا کہ یہ قاعدہ ذکر ہُوا اور یہاں انھوں نے کسی نقل سے استناد نہ کیا تو خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے (ت)

عاشراًف وباللہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عزجلالہٗ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء، رواہ مسلم[1] وابوداؤد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اس میں دعا بکثرت کرو (اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ف: تطفل تاسع علیہا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۱
سُنن ابی داوٗد 〃 باب الدعاء فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۲۷
سُنن النسائی کتاب افتتاح الصلوٰۃ باب اقرب مایکون العبد من اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۷۱

اور دربارِ شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدۂ بے سبب کے لئے اذن معلوم نہیں، ولہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار (جیسا کہ امام اردبیلی شافعی نے انوار میں اس کی تصریح کی۔ ت) اس بنا پر اگر سجدۂ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اس پر قیاس محض بلاجامع ہے۔

رہا علامہ شامی کا اُس کی تائید میں فرمانا کہ ہدیۂ ابن عماد میں ہے:

قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر عند حدیث من توضأ علی طھران المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا او نفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فمن لم یصل بہ شیئاً لایسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ وان تبدل المجلس مالم یؤد بہ صلٰوۃ او نحوھا[1] اھ۔

شرح مصابیح میں فرمایا کہ وضو اُسی وقت مستحب ہے جب پہلے وضو سے کوئی نماز ادا کرلی ہو، ایسا شرعۃ الاسلام اور قنیہ میں ہے اھ۔ اسی طرح وہ بھی ہے جو علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں باوضو ہوتے ہوئے دس نیکیاں ملنے سے متعلق حدیث کے تحت فرمایا کہ مراد وہ وضو ہے جس سے کوئی فرض یا نفل نماز ادا کرچکا ہو جیسا کہ راویِ حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عمل سے اس کا بیان ظاہر ہوتا ہے تو پہلے وضو سے جس نے کوئی نماز ادا نہ کی ہو اس کے لئے تجدیدِ وضو مسنون نہیں اھ ـــ اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر مجلس بدل جائے تو بھی دوبارہ وضو مکروہ ہو جب تک کوئی نماز یا ایسا ہی کوئی عمل ادا نہ کرلے اھ۔ (ت)

اقول شرعۃ الاسلام میں اس کا پتا نہیں، اُس میں صرف اس قدر ہے:

التطھر لکل صلٰوۃ سنۃ النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام[2]

ہر نماز کے لئے وضو کرنا نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام کی سنّت ہے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱

[2] شرعۃ الاسلام مع شرح مصابیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۲

ہاں سید علی زادہ نے اُس کی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اُس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا،

حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات، وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ والا فلا اھ۔[1]

ان کے الفاظ یہ ہیں: تو مومن کو چاہیے کہ ہر وقت تازہ وضو کرے اگرچہ باوضو رہا ہو، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے باوضو ہوتے ہوئے وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی ــــ اور شرح مصابیح میں کہا کہ ہر وقت تجدید وضو مستحب ہونے کی شرط یہ ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز ادا کرلی ہو، ورنہ نہیں۔

قلت وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لا داخل تحت قال۔

قلت اسی سے ظاہر ہوا کہ ابن عماد کی عبارت "کذا فی الشرعۃ ــــ ایسا ہی شرعۃ الاسلام یعنی اس کی شرح میں ہے" کا اشارہ ان کی عبارت "قال فی شرح المصابیح" (شرح مصابیح میں کہا) کی طرف ہے۔ یہ شرح مصابیح کے کلام میں شامل نہیں۔ (ت)

بہرحال **اوّلاً** قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و نہایہ و عنایہ و معراج الدرایہ و کافی و فتح القدیر و حلیہ و سراج و خلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہوسکتی نہ کہ اُن کا اور اُن کے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح شروحِ حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کرے گی نہ کہ مسئلہ اتفاق،

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش

ف۲: کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتب فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔

---

[1] مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام فصل فی تفضیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۸۳

علامہ مصطفٰے رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اُسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا، اور خود علامہ شامی نے اُسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطئہا وھی نائمۃ لایحلہا للاول لعدم ذوق العسیلۃ، فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب و اطلاق المتون والشروح یردہ و ذوق العسیلۃ للنائمۃ موجود حکما الایری ان النائم اذا وجد البلل یجب علیہ الغسل وکذا المغمی علیہ[1] الخ۔

تفصیل یہ ہے کہ درمختار میں لکھا لیکن ابن ملک کی شرح مشارق میں ہے کہ اگر عورت سورہی تھی اور اس سے وطی کی تو شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی اس لئے کہ اس کے حق میں ذوق عسیلہ (مرد کے چھتے کا مزہ پانے) کی شرط نہ پائی گئی ــــ اس پر علامہ رحمتی نے یہ اعتراض کیا: اس میں خامی یہ ہے کہ کتاب نقل مذہب کے لئے نہ لکھی گئی اور متون و شروح کے اطلاق سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اور سونے والی کے لئے بھی مزہ پانے کی شرط حکماً موجود ہے کیا دیکھا نہیں کہ سونے والا تری پائے تو اس پر غسل واجب ہوجاتا ہے اسی طرح وہ بھی جو بیہوش رہا ہو۔ (ت)

ثانیاً علامہ مناوی[1] شافعی ہیں فقہ میں اُن کا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر۔

ثالثاً وہی مناوی[2] اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

فتجدید الوضوء سنۃ مؤکدۃ اذا صلی بالاول صلوۃ ما[2]۔

تو تجدیدِ وضوء سُنّتِ مؤکدہ ہے جب پہلے وضو سے کوئی بھی نماز ادا کرچکا ہو۔ (ت)

معلوم ہوا کہ لایسن سے ان کی مراد نفی سنّت مؤکدہ ہے و صاحب الدارادری (اور صاحبِ خانہ

ف۱: معروضۃ اخرٰی علیہ

ف۲: معروضۃ ثالثۃ علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب الرجعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۱

کو زیادہ علم ہوتا ہے۔ ت) اور اس کی نفی مقتضی کراہت نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

وجہ دوم ایک جلسہ[1] میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضو علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحرالرائق کا ہے کہ اُسی عبارتِ خلاصہ پر وارد فرمایا۔

اقول جس مسئلہ پر عبارتِ سراج[2] سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے۔ ہندیہ میں ہے:

لوزاد علی الثلث لطمانینۃ القلب عند الشك اوبنیۃ وضوء اٰخر فلاباس بہ ھکذا فی النھایۃ والسراج الوھاج۔[1]

شک ہونے کے وقت اطمینان قلب کے لئے اگر تین بار سے زیادہ دھولیا یا دوسرے وضو کی نیت سے دھویا تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی نہایہ اور سراج وہاج میں ہے۔ (ت)

کیا کلامِ سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اُن کا وہ کلام احق باقبول ہوگا جو عامہ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ اُن سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے۔ لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کر دیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا۔ سراج وہاج کی عبارت یہ ہے:

لو تکرر الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیہ من الاسراف اھ[2]

اگر ایک مجلس میں وضو چند بار مکرر ہو تو مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں اسراف ہے اھ

ف۱: مسئلہ بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے۔ اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث وکلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔

ف۲: تطفل علی البحر

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷

[2] رد المحتار بحوالہ السراج الوہاج کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۱

وھذا ھو ماخذ ما قدمنا عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالٰی۔

یہی اس کلام کا ماخذ ہے جو علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی سے سابقاً ہم نے نقل کیا۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (ف) وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو واجب کہ مطلقاً تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار، اگرچہ مجلس بدل کر، اگرچہ ایک نماز پڑھ کر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے، اور اسراف ناجائز ہے۔ اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہئے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدیل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردے گا، وہ کون سی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابلِ زیادت نہیں اور وہاں سے اُٹھ کر ایک قدم ہٹ کر بیٹھ جائے تو از سرِ نو زیادت پائے۔ اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو۔ بالجملہ جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹ کر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایک بار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی۔ احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک اور متعدد کا تفرقہ ناموجّہ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

وَاشار فی الدر الی الجواب بوجہ اٰخر فقال لعل کراھۃ تکرارہ فی مجلس تنزیھیۃ [۱] اھ ای فلا یخالف قولھم لو زاد بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ لان الکلمۃ غالب استعمالھا فی کراھۃ التنزیہ **اقول** ویبتنی علی ما اختارہ ان الاسراف مکروہ تحریما لان المستثنی اذا ثبتت فیہ کراھۃ التنزیہ فلو لم تکن فی المستثنی

درمختار میں ایک دوسرے طریقے پر جواب کی طرف اشارہ کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں: شاید ایک مجلس کے اندر تکرار وضو کی کراہت تنزیہی ہو اھ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مان لینے سے ان کے اس قول کی مخالفت نہ ہوگی کہ "اگر دوسرے وضو کی نیت سے زیادتی کی تو کوئی حرج نہیں (فلا باس بہ) اس لئے کہ یہ کلمہ زیادہ تر کراہت تنزیہ میں استعمال ہوتا ہے۔ **اقول** اس جواب کی بنیاد اس پر ہے جو صاحبِ درمختار نے اختیار کیا کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مستثنٰی میں جب کراہت

ف: تطفل علی السراج الوھاج والنھر والبحر۔

---

[۱] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

منہ الا ھی لم یصح الثنیا۔

تنزیہ ثابت ہوئی تو اگر مستثنٰی منہ میں بھی یہی کراہت رہی ہو تو استثنا ہی درست نہ ہوا۔

فان قلت معہا مسألۃ الزیادۃ للطمانینۃ عند الشك وقد حکموا علیہما بحکم واحد وھو لا باس بہ وھذہ الزیادۃ مطلوبۃ قطعا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك[1] فکیف یحمل علی کراھۃ التنزیہ۔

اگر یہ سوال ہو کہ اس کے ساتھ بوقت شک اطمینان کے لئے زیادتی کا مسئلہ بھی تو ہے اور دونوں پر ایک ہی حکم لگایا گیا ہے کہ لاباس بہ (اس میں حرج نہیں) حالانکہ یہ زیادتی تو قطعاً مطلوب ہے اس لئے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے شک کی حالت چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک سے خالی ہو تو اسے کراہت تنزیہ پر کیسے محمول کریں گے۔

قلت المعنی لایمنع شرعا فیشمل المکروہ تنزیہا والمستحب ھذا اوردہ فی ردالمحتار اخذا من ط بانھم عللوہ بانہ نور علی نور قال وفیہ اشارۃ الی ان ذلك مندوب فکلمۃ لاباس[ف] وان کان الغالب استعمالہا فیما ترکہ اولٰی لکنہا قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجہاد[2] اھ۔

قلت میں کہوں گا (لاباس بہ کا) معنی یہ ہوگا کہ شرعاً ممنوع نہیں تو یہ مکروہ تنزیہی اور مستحب دونوں کو شامل ہوگا یہ بات تو ہوگئی مگر ردالمحتار میں طحطاوی سے اخذ کرتے ہوئے درمختار کے جواب کی یہ تردید کی ہے کہ علماء نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ وہ نورٌ علٰی نور ہے۔ فرمایا: اس تعلیل میں اس کا اشارہ ہے کہ وہ مندوب ہے تو لفظ "لاباس" اگرچہ زیادہ تر اس میں استعمال ہوتا ہے جس کا ترک اولٰی ہے لیکن بعض اوقات مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ البحرالرائق کے بیان جنائز و جہاد میں ہے اھ (ت)

ف: کلمۃ لاباس لما ترکہ اولی وقد تستعمل فی المندوب۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشتبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۱

اقول[1] الندب لاینافی[2] الکراھة فلا یبعد ان یکون مندوبا فی نفسہ لما فیہ من الفضیلة لکن ترکہ فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیة النفل لاینافی عدم الاولویة اھ[1]۔ ذکرہ فی صفة الصلوۃ مسألة القراءة فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراھة لاتنافی الثواب افادہ العلامة نوح[2] اھ قالہ فی فصل اللاحق بالامامة مسألة الاقتداء بالمخالف۔

اقول ندب کراہت کے منافی نہیں تو بعید نہیں کہ بربنائے فضیلت فی نفسہ مندوب ہو لیکن ایک مجلس میں اس کا ترک اولٰی ہو۔ حلیہ میں لکھا ہے کہ نفل خلافِ اولٰی ہونے کے منافی نہیں اھ ۔ اسے صفۃ الصلوۃ کے تحت بعد والی دونوں رکعتوں میں قرأت کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے اور سید طحطاوی نے حواشی مراقی میں لکھا ہے کہ کراہت ثواب کے منافی نہیں علامہ نوح نے اس کا افادہ کیا اھ۔ یہ انھوں نے فصل لاحق بالامامۃ میں اقتدائے مخالف کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔

نعم یرد علیہ ماذکرنا ان لااثر للمجلس فیما ھنا و اللہ تعالٰی اعلم۔

ہاں اس پر وہ اعتراض وارد ہوگا جو ہم نے بیان کیا کہ "جگہ بدلنے کو اس باب میں کوئی دخل نہیں" ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہو اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضا دھونے پر ایراد کیا۔

والٰی ھذا اشار ط اذقال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاھرہ ان نیة وضوء اٰخر متحققة فی الغرفة الرابعة او الخامسة

اور اسی اعتراض کی طرف سید طحطاوی نے اشارہ کیا، اس طرح کہ درمختار کی عبارت لقصد الوضوء علی الوضوء پر لکھا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ چوتھے یا پانچویں چُلّو میں دوسرے وضو کی نیت متحقق

ف1: معروضة علی العلامة ش

ف2: الندب لاینافی الکراھة

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[2] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی بیان الاحق بالامامة دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۲

ولاكراهة والحديث يدل على غير هذا[1] اهـ.

ہو جاتی ہے اور کوئی کراہت نہیں — مگر حدیث کچھ اور بتا رہی ہے اھ۔

قلت وكانه الى هذا نظر (ف) العلامة البحر فزاد على خلاف سائر المعتمدات قيد الفراغ من الاول وعزاه لاكثر شروح الهداية مع عدمه فيها ظنا منه رحمه الله تعالى انه هو المحمل المتعين لكلامهم فقال "وعلى الاقوال كلها لو زاد لطمانينة القلب عند الشك او بنية وضوء اخر بعد الفراغ من الاول فلا باس به لانه نور على نور وكذا ان نقص لحاجة لاباس به كذا في المبسوط واكثر شروح الهداية[2] اهـ.

قلت شاید علامہ بحر نے اسی طرف نظر کرتے ہوئے تمام کتب معتمدہ کے برخلاف "وضوئے اول سے فارغ ہونے" کی قید کا اضافہ کردیا اور اسے اکثر شروحِ ہدایہ کی جانب منسوب کیا، جبکہ ان میں یہ بات نہیں۔ صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کا خیال ہے کہ ان شارحین کے کلام کا یہی مطلب متعین ہے۔ بحر کے الفاظ یہ ہیں: اور تمام اقوال پر اگر شک کی حالت میں اطمینان قلب کے لئے زیادہ کیا "پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد" دوسرے وضو کی نیت سے زیادہ کیا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ نورٌ علٰی نور ہے۔ یُوں ہی اگر کسی حاجت کی وجہ سے کمی کی تو کوئی حرج نہیں، ایسا ہی مبسوط اور اکثر شروحِ ہدایہ میں ہے اھ۔

ثم بعد هذا الحمل البعيد من كلامهم كل البعد تكلم فيه باتحاد المجلس كما تقدم "قال الا ان يحمل على ما اذا اختلف المجلس وهو بعيد كما لايخفى[3] اهـ.

پھر ان حضرات کے کلام سے یہ بالکل ہی بعید مطلب لینے کے بعد اس پر اتحادِ مجلس سے کلام کیا جو گزرا، آگے فرمایا: مگر یہ کہ مجلس بدل جانے کی صورت پر محمول ہو، اور وہ بعید ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ۔

ف: ثالث على البحر۔

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — کتاب الطہارۃ — المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ — ۱/۷۲

[2] البحر الرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲۳

[3] " — " — " — " — " — "

اقول رحمك الله[1] و رحمنا بك اولیس ما حملتم علیه بعیدا فاین الزیادۃ علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انھاء الوضوء الاول۔

اقول آپ پر خدا کی رحمت ہو اور آپ کے طفیل ہم پر بھی رحمت ہو۔ کیا آپ نے جو مطلب لیا وہ بعید نہیں ؟ کہاں دورانِ وضو کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا اور کہاں پہلا وضو پورا کرنے کے بعد تازہ وضو کرنا (ان کے کلام میں وہ تھا اور آپ نے اس کا معنی یہ لیا دونوں میں کیا نسبت ؟)

یہ اعتراض ضرور محتاجِ توجہ ہے۔

وانا **اقول** وباللہ استعین[2] (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی مدد کے ساتھ۔ ت) شَے کے اسباب[3] وشروط ہوں یا احکام و آثار اس کا ذکر اگرچہ مطلق ہو اُن سب کی طرف اشعار کہ مسبب ومشروط کا وجود بے سبب وشرط نہ ہوگا۔

ان عقلیا فعقلیا اوشرعیا فشرعیا کصلٰوۃ الظھر قبل الزوال او بدون نیۃ۔

اگر وُہ امر عقلی ہے تو اس کا وجود عقلی اور اگر شرعی ہے تو وجود شرعی بے سبب وشرط نہ ہوگا جیسے قبل زوال یا بے نیت، نماز ظہر کا وجود شرعی نہیں ہوسکتا (اول فقدان سبب کی مثال ہے دوم فقدان شرط کی ۱۲م)۔

نہ شَے اپنے احکام و آثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم وتاخر ذاتی ہیں لوازم وجودِ شَے ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ (اور شَے جب ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازم بھی ثابت ہوتے ہیں۔ ت)

تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے :

ای اذبحوہ وکلوہ وھذا مثل مایروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی اسے ذبح کرلو تب کھاؤ اور یہ اسی کے مثل ہے جو مروی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] : تطفل رابع علیہ

[2] : تطفل عاشر علی الغنیۃ وثامن علی القاری وخامس علی البحر ومعروضۃ علی ط وغیرھم۔

[3] : شَے اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب وشروط واحکام و آثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔

اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شروطه وذکر مطلقا ینصرف الیہا کقولہ تعالٰی اقم الصلٰوۃ ای بشروطہا۔[1]

نے گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی یعنی جب ذبح کرلئے جائیں ــــ اس لئے کہ کسی شے کی شرطیں جب معروف ہوں اور اس کو مطلقاً ذکر کردیا جائے تو اس کا ان شرطوں کے ساتھ ہونا ہی مراد ہوگا جیسے باری تعالٰی کا ارشاد ہے نماز قائم کر یعنی اس کی شرطوں کے ساتھ۔(ت)

آبِ وضودوقسم ہے: واجب[1] و مندوب[2]۔

واجب کا سبب معلوم ہے کہ اس چیز کا ارادہ جو بغیر اس کے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا۔

اور مندوب[ف1] کے اسباب کثیر ہیں ازانجملہ:

(۱) قہقہہ سے ہنسا۔ (۲) غیبت کرنا۔

(۳) چغلی کھانا۔ (۴) کسی کو گالی دینا۔

(۵) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا۔ (۶) جھوٹی بات صادر ہونا۔

(۷) حمد و نعت و منقبت و نصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا۔ (۸) غصہ آنا۔

(۹) غیر عورت کے حُسن پر نظر۔

(۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو[ف2] جیسے قادیانی[ع1]

ف1: مسئلہ اُن بعض اشیاء کا بیان جن کے سبب وضو کی تجدید مطلقاً بالاتفاق مستحب ہوتی ہے خواہ ابھی اُس سے نماز وغیرہ کوئی فعل ادا کیا ہو یا نہیں، مجلس بدلی ہو یا نہیں، وضو پورا ہوا ہو یا نہیں، تجدید ایک بار ہو یا سَو بار۔

ف2: فائدہ ضروریہ: اُن دس فرقوں کا بیان جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور شرعاً مرتد ہیں۔

ع1: غلام احمد قادیانی کے پیرو جو اپنے آپ کو نبی و رسول کہتا اپنے کلام کو کلامِ الٰہی بتاتا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو گالیاں دیتا، چارسو انبیاء کی پیشگوئی جھوٹی بتاتا، خاتم النبیین میں استثنا کی پخ لگاتا وغیرہ وغیرہ کفریات ملعونہ۔[12]

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الذبائح دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۶۵

یا چکڑالوی[عہ۲] یا نیچری[عہ۳] یا آج کل کے تبرائی[عہ۴] رافضی[عہ۵] یا کذابی[عہ۶] یا بہائی[عہ۷] یا شیطانی[عہ۸] یا خوائی[عہ۹] وہابی جن[عہ۱۰] کے عقائد کفر کا بیان حسام الحرمین میں ہے یا اکثر غیر[عہ۱۱] مقلد خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اُن عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر

عہ۲ یہ ایک نیا طائفہ ملعونہ حادث ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے تمام احادیثِ مصطفٰے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل و ناقابل بتاتا اور صرف قرآن عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقۃً خود قرآن عظیم کا منکر و مبطل ہے، ان خبیثوں نے اپنی نماز بھی جُدا گھڑی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں ۱۲۔

عہ۳ یہ باطل طائفہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، قرآن عظیم کے معانی قطعیہ ضروریہ میں درپردہ تاویل و تحریف و تبدیل کرتا، وجود ملائکہ و آسمان و جن و شیطان و حشر ابدان و نار و جنان و معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُنھیں ملعون تاویلوں کی آڑ میں انکار رکھتا ہے ۱۲۔

عہ۴ یہ ملاعنہ صراحۃً قرآن عظیم کو ناقص بتاتے اور مولیٰ علی و ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ٹھہراتے ہیں ۱۲۔

عہ۵ یہ ملعون طائفہ اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا بتاتا اور صاف کہتا ہے کہ وقوعِ کذب کے معنٰی درست ہوگئے ۱۲۔

عہ۶ یہ گروہِ لعین ہر پاگل اور چوپائے کے لئے علمِ غیب مان کر صاف کہتا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا ایسا تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے ۱۲۔

عہ۷ اس شیطانی گروہ کے نزدیک ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ بلکہ بیشمار زیادہ ہے، ابلیس کی وسعتِ علم کو نص قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کو باطل بے ثبوت مانتا ہے اُن کے لئے وسعتِ علم میں خدا کا شریک جانتا ہے ۱۲۔

عہ۸ یہ شقی گروہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے معنے میں تحریف کرتا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیالِ جُہال بتاتا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل موجود مانتا ہے ۱۲۔

عہ۹ یہ بدبخت طائفہ اُن ملعون ارتدادوں کو دفع تو کر نہیں کرسکتا بلکہ خوب جانتا ہے کہ اُن سے دفعِ ارتداد ناممکن ہے مگر اُن مرتدوں کو پیشوا و ممدوح دینی ماننے سے بھی باز نہیں آتا اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل اُن کی حمایت پر تُلا ہوا ہے، اللہ جل وعلا و رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دینا بہت ہلکا جانتا ہے مگر ان دشنام دہندوں کا حکم شرعی بیان کرنے کو گالیاں دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہے اور ازانجا کہ اُن صریح ارتدادوں کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے باوصف ہزاروں تقاضوں کے اُن کا نام زبان پر نہیں لاتا اور براہِ گریز خدا ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جناب میں اُن صریح گالیوں کو بالائے طاق رکھ کر سہل اختلاف مسئلہ عطائے بعض علوم غیبیہ کی طرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اس میں بھی افترا و اختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنامہائے خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھول میں پڑجائیں اور بات آیں وآں کی طرف منتقل ہو، اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث اور ظفر الدین الطیب اور کین کش پنجہ پیچ وغیر ہا، یہ چالاک پرچہ ٢٦ جمادی الاولےٰ ١٣٢٦ھ میں حسام الحرمین کا ذکر منہ پر لایا مگر یوں کہ براہِ عیاری اُس کے تمام مقاصد سے دامن بچا کر دو بالائی باتوں امکانِ کذب وعلمِ غیب کو اس کا مبنائے بحث ٹھہرایا، پھر اُن میں بھی امکانِ کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علمِ غیب میں اپنی بعض فاحشہ جہالتیں دکھائیں جن کا رد بارہا ہوچکا، اسی پرچہ کے رد میں چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد میں ہے، پھر ٣٠ جولائی و ٢٠ اگست ۹ء کے پرچوں میں وہی انداز کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جناب میں گالیاں شیرِ مادر۔ قاہر مناظروں کے جواب سے گنگ وکر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رد میں ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیج دیا، انتالیس رات بعد پرچہ ٢٩ رمضان میں اُس کے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اُس کے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اُس کے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردو دانی پر بھی اعتراض ہے۔ اے سبحٰن اللہ اور وہ جو آپ کے دعویٰ ایمان پر قاہر اعتراض ہیں وہ کیا ہوئے، وہ جو ثابت کیا تھا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر جتنا افترا اٹھایا اور اس پر تمہاری حدیث دانی سے بارہ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اس کے جواب میں رسالہ کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے ایچ رجسٹری شدہ بھیجا، آج پچپن دن ہوئے اس کا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچوں میں وہی رٹ موجود، خدا جانے ان صاحبوں کے نزدیک مناظرہ کس شے کا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر کی بار بار گریز فرار پر فرار اور عوام کے بہکانے کو نام مناظرہ کی عیارانہ پکار۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نام ہے۔ اُن سے سیکھ کر یہی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی دربھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جن کے رد میں پینتیس [۳۵] سال سے بکثرت رسائل آستانہ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہیں اور اُن کو خود اقرار ہے کہ آج تک ایک پرچہ کا جواب نہ دے سکے بلکہ بڑے بڑوں نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ و رسالہ بطش غیب) اب ان کی حمایت میں جمے ہوئے مناظرے یونہی چھوڑ کر یہ دربھنگی صاحب سوال علی السوال لے کر چلے اور ایک بے معنی رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایت الٰہی خود بھی اس رسالے میں صاف اقرار کر دیا کہ اُن کے تمام اکابر آج تک لاجواب ہیں۔ یہ رسالہ یہاں ۹ شعبان کو پہنچا اور ۲۰ شعبان کو اس کا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا تیار تھا کہ اُسی دن جلسہ مدرسہ اہلسنت میں شائع کر دیا اور ۲۱ شعبان کو اُن کے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہاں نام بنام بھیج دیا ساٹھ [۶۰] رات کے بعد دربھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہیں اور ایک خط اُسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو [۲] مسئلہ امکانِ کذب و علم غیب میں اختلاف ہے وبس یعنی وہ شدید شدید گالیاں کہ ان کے اکابر نے اللہ و رسول جل و علا و صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو لکھ لکھ کر چھاپیں اصلاً کوئی قابل پرواہ بات نہیں۔ اس خط کے جواب میں معاً دو [۲] رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ اُن کے پاس روانہ ہوئے، اول بارش سنگی، دوسرا پیکان جانگداز بر جانِ مکذبانِ بے نیاز، اس دوسرے میں گریز والے صاحبوں کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلہ امکانِ کذب و علم غیب ہی میں مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس [۵۰] دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ ان کو صرف دس [۱۰] دن کی مہلت تھی۔

مسلمانو! للہ انصاف! یہ ان مدعیانِ دین و دیانت کی حالت ہے منہ بھر کر اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سخت سخت گالیاں دیں، پھر جب مسلمان اس پر مواخذہ کریں جواب نہ دیں، سوالات جائیں جواب غائب، رسائل جائیں جواب غائب، رجسٹریاں جائیں جواب غائب، مناظرے سے اپنا عجز صاف صاف لکھ دیں لکھ دیں اپنے اکابر کا لاجواب ہونا قبول کریں چھاپ دیں، اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار، اُس پکار پر جو گرفت ہو اُس کے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار، اس حیا کی کوئی حد ہے۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہیں، ان دسوں طائفوں اور ان کے امثال سے مصافحہ کرنا خود ہی حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے اگر بلاقصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔ ت؀

بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن

(بیحیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

ہاں ہاں اے اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو گالیاں دینے والو! کیا مسلمان اللہ و رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہو گئے کہ تم انھیں گالیاں لکھ لکھ کر چھاپو اور وہ بے پرواہی کر کے ٹال دیں۔ نہیں نہیں ضرور تمھیں دو باتوں سے ایک ماننی ہوگی یا تو خدا توفیق دے اُن گالیوں سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اُن کی اشاعت کی اُن سے صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اِن تمام رسائل و کتب کا جواب دو، جواب دو، جواب دو۔ اس کے سوا تمھارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سُنے جائیں گے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] ٥ (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ منہ

عبدہ محمد ظفر الدین قادری غفرلہ۔

ف ان تمام مرتد طوائف کا رد کافی و شافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب لاجواب حسام الحرمین و کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن و ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب وغیرہا میں ملاحظہ ہو سوا فرقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اس کا کوئی تذکرہ ان بلاد میں نہ آیا تھا، یہ کتابیں بریلی مطبع اہل سنت و جماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسین رضا خاں صاحب سلمہ سے مل سکتی ہیں۔ المعتمد المستند عربی زبان میں ۲۳۲ صفحہ پیج قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف: اُن نفیس اسلامی کتابوں کے نام جن سے ایمان تازہ ہو اور مرتدوں کی چالاکیوں کا حال کھلے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ و ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بھی اُن کے بدن سے بدن چھُو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے۔

(۱۱) ناخن سے کہنی تک اپنے ہاتھ کا کوئی حصّہ گرچہ کھُجانے میں اگرچہ بھُولے سے بلاحائل اپنے ذکر کو لگ جانا۔

(۱۲) ہتھیلی یا کسی اُنگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے سترِ غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دُبر کو بے حائل چھُو جانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچّہ یا مُردہ ہو۔

(۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصّہ جلد سے اپنا کوئی حصّہ جلد بے حائل چھُو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مُردہ یا بُڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت، چاہے لذّت نہ پائے، جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچّی نہ ہو۔

(۱۴) اگر اُس چھُو جانے سے لذّت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں، نہ جِلد کی خصوصیت، نہ بے حائل کی ضرورت، مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مَس ہو جانے پر اتفاقاً لذّت کا آجانا جبکہ عورت قابلِ لذّت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو۔

(۱۵) نامحرم عورت قابلِ لذّت کو بقصدِ شہوت چھُو جانا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذّت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اُس کے بالوں پر ہاتھ رکھنا۔

اور ان کے سوا اور بہت صورتیں ہیں، اور ایک اصل کُلّی یہ ہے کہ جس بات سے کسی اور امام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں صرف آیاتِ قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہیں اللہ و رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعظیم و محبّت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ و رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گالیاں دینا کفر ہے۔ ایسوں کے کفر میں جو خود یہ لوگ اور آج کل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہیں نہایت سلیس و مہذب بیان میں قرآن مجید سے اُن کا جواب ہے، یہ وُہ کتاب ہے جس کا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے۔ حسام الحرمین میں اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات و فتاوٰی ہیں جن میں اُن دشنام دہندوں کا حکم شرعی مدلل ہے اُس کا مطالعہ پکّا مسلمان بناتا ہے، دونوں کا مجموعہ ۵ اجز ہے۔ ہدیہ صرف ۱۰/ اور یکم محرم ۱۳۲۵ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک آٹھ ہی آنے (۸/) ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب اُن دشنامیوں کے فرار اور عیاریوں کے اظہار میں، حجم سوا دو جز قیمت (۱/) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کریں و باللہ التوفیق ۱۲ منہ سید عبدالرحمٰن عفا عنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ۔

مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہے اُس کے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادۂ وضو مستحب ہے۔

درمختار میں ہے:

الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتھا فی الخزائن منھا بعد کذب و غیبة وقھقھة وشعر و اکل جزور وبعد کل خطیئة وللخروج من خلاف العلماء اھ[۱]۔

وضو تیس[۳۰] سے زیادہ مقامات میں مستحب ہے ان سب کا ذکر میں نے خزائن میں کیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: جھوٹ[۱]، غیبت[۲]، قہقہہ[۳]، شعر[۴]، اونٹ[۵] کا گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ[۶] کے بعد، اور اختلافِ[۷] علماء سے نکلنے کے لئے اھ (ت)

اقول والحقت النمیمة لانھا کالغیبة او اشد ثم رأیتھا فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانہ اخنأ من الشعر و ربما یدخل فی قولہ خطیئة والشتم لانہ اخبث واخنع ثم رأیت التصریح بہ فی انوار الشافعیة۔

اقول میں نے چغلی[۸] کو بھی شامل کیا اس لئے کہ وہ غیبت ہی کی طرح ہے یا اس سے بھی سخت، پھر میں نے میزانِ امام شعرانی وغیرہ میں اس کا ذکر دیکھا۔ اور فحش[۹] کو میں نے شامل کیا اس لئے کہ وُہ شعر سے زیادہ بُرا ہے، اور یہ درمختار کے لفظ "ہر گناہ" کے تحت آسکتا ہے۔ اور گالی[۱۰] دینے کو شامل کیا اس لئے کہ یہ اور بدتر اور فحش تر ہے پھر انوارِ شافعیہ میں مَیں نے اس کی تصریح دیکھی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

منھا لغضب ونظر لمحاسن امرأة وبعد کذب وغیبة لانھما من النجاسات المعنویة ولذا یخرج

ان اسباب میں چند یہ ہیں: غصہ[۱۱] آنا، کسی عورت کے حسن[۱۲] پر نظر، اور جھوٹ اور غیبت کے بعد اس لئے کہ یہ دونوں معنوی نجاستیں ہیں اس لئے کہ جھوٹ

ف: جھوٹ اور غیبت معنوی نجاست ہیں ولہذا جھوٹے کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ حفاظت

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷ و ۱۸

من الکاذب نتن یتباعد منہ   بولنے والے سے ایسی بدبو اٹھتی ہے جس سے محافظ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کے فرشتے اُس وقت اُس کے پاس سے دُور ہٹ جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ یہ ان کے منہ کی سڑاندھ ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں، اور ہمیں جو جھُوٹ یا غیبت کی بدبو محسوس نہیں ہوتی اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم اس سے مالوف ہوگئے ہماری ناکیں اس سے بھری ہوئی ہیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اسے اس کی بدبو سے ایذا نہیں ہوتی دوسرا آئے تو اس سے ناک نہ رکھی جائے انتہی۔

مسلمان اس **نفیس فائدے** کو یاد رکھیں اور اپنے رب سے ڈریں جھوٹ اور غیبت ترک کریں، کیا معاذ اللہ مُنہ سے پاخانہ نکلتا کسی کو پسند ہوگا باطن کی ناک کھُلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت میں پاخانے سے بدتر سڑاندھ ہو۔ رہیں وہ حدیثیں جن کی طرف علامہ شامی نے اشارہ کیا۔ جامع ترمذی میں بسندِ حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کذب العبد کذبۃ تباعد الملک عنہ میسرۃ میل من نتن ما جاء بہ[1] رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الصمت و ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کوئی شخص جھُوٹ بولتا ہے اس کی بدبُو کے باعث فرشتہ ایک میل مسافت تک اُس سے دُور ہو جاتا ہے (کتاب الصمت میں ابن ابی الدنیا اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت)

امام احمد بسندِ صحیح جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہم خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک بدبُو اُٹھی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اتدرون ما ھذہ الریح، ھذہ   جانتے ہو کہ یہ بدبو کیا ہے، یہ ان کی بدبو ہے جو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] سنن الترمذی کتاب البر والصلۃ حدیث ۱۹۷۹ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۲

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبدالعزیز بن ابی رواد ۴۰۰ حدیث ۱۱۹۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۱۴

الملك الحافظ کما ورد فی الحدیث وکذا اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ریح منتنۃ بانہا ریح الذین یغتابون الناس والمؤمنین ولالف ذٰلك منا و امتلاء انوفنا منہا لاتظہر لنا کالساکن فی محلۃ الدباغین وقہقہۃ لانہا لما کانت فی الصلٰوۃ جنایۃ تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطہارۃ خارجہا فکان الوضوء منہا مستحبا کما ذکرہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی نہایۃ المراد علٰی ہدیۃ ابن العماد وشعر ای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ[1] اھ ملتقطا۔

فرشتہ دُور ہٹ جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اسی طرح حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بدبُو سے متعلق بتایا کہ یہ ان کی بدبو ہے جو لوگوں کی اور مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ چوں کہ ہمیں ان سے الفت ہوگئی ہے اور ہماری ناکیں ان سے بھری ہُوئی ہیں اس لئے یہ ہمیں محسوس نہیں ہوتیں جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں رہنے والے کا حال ہوتا ہے ___ اور قہقہہ، اس لئے کہ جب یہ اندرونِ نماز ایسا جُرم ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو بیرونِ نماز اس سے وضو میں نقص آجائے گا اس لئے اس سے وضو مستحب ہوا، جیسا کہ سیدی عبد الغنی نابلسی نے "نہایۃ المراد علٰی ہدیۃ ابن العماد" میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور شعر یعنی بُرا شعر، اور اختلافِ علما سے نکلنے کے لئے جیسے اپنے ذکر یا کسی عورت کا چُھو جانا اھ ملتقطا (ت)

میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالٰی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ریح الذین یغتابون المؤمنین[2] رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب ذم الغیبۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں ___ (اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں روایت کیا ہے اللہ ان سے راضی ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبد اللہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۵۱

تعالیٰ یقول وجه من نقض الطھارۃ بالقھقھۃ اونوم الممکن[ف۱] مقعدہ اومس[ف۲] الابط الذی فیه صنان اومس[ف۳] ابرص اوجذم اوکافر اوصلیب[ف۴] اوغیر ذٰلك مما وردت فیه الاخبار الاخذ بالاحتیاط، قال وجمیع النواقض متولدۃ من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلو لاالاکل والشرب مااشتھینا لمس النساء ولا تکلمنا بغیبۃ ولا نمیمۃ اھ بالالتقاط۔

سنا کہ قہقہہ، سرین زمین پر جمائے ہوئے سو جانا، بدبو دار بغل چھُو جانا، برص یا جذام والے، یا کافر یا صلیب کا مَس ہونا اور ایسے ہی امور جن میں احادیث وارد ہیں ان سب سے وضو ٹوٹنے کی وجہ احتیاط اختیار کرنے کو بتایا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: تمام نواقضِ وضو کھانے سے پیدا ہونے والے ہیں اور ہمارے لئے غیرِ اکل سے کوئی ناقض نہیں۔ اگر کھانا پینا نہ ہوتا تو عورتوں کے چھونے کی ہم میں شہوت بھی نہ ہوتی نہ ہی غیبت اور چغلی ہماری زبان پر آتی اھ بالالتقاط۔ (ت)

کتاب الانوار امام ابو یوسف اردبیلی میں ہے:

لاینتقض بالکذب والشتم والغیبۃ والنمیمۃ ویستحب فی الکل للخلاف[۲]

جھُوٹ، گالی دینے، غیبت، چغلی سے وضو نہیں ٹوٹتا اور مستحب ان سب میں ہے کیوں کر محلِ اختلاف ہے۔ (ت)

فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے:

ف۱: مسئلہ سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادہ وضو مستحب جب بھی ہے۔

ف۲: مسئلہ بغل کھُجانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اُس میں بدبُو ہو۔

ف۳: مسئلہ جذامی یا برص والے سے مَس کرنے میں بھی تجدیدِ وضو مستحب ہے۔

ف۴: مسئلہ صلیب جسے نصارٰی پُوجتے ہیں اور ہنود کے بُت وغیرہ کے چھُونے سے بھی نیا وضو چاہیے۔

---

[۱] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب اسباب الحدث دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۵

[۲] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدیث مطبع جمالیہ مصر ۱/۲۹

يندب الوضوء من لمس يهودي ونظر بشهوة ولو الى محرم و تلفظ بمعصية وغضب۔[1]

یہودی کو چھُو جانے، شہوت سے نظر کرنے ۔ اگرچہ محرم ہی کی طرف ہو ۔ معصیت کی بات زبان پر لانے، اور غصّہ سے وضو مستحب ہے۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ میں ہے :

اتفقوا علی ان من مس فرجه بعضو غير يديه لاينتقض وضوؤه واختلفوا فيمن مس ذكره بيده فقال ابوحنيفة لامطلقا والشافعي ينتقض بالمس بباطن كفه دون ظاهره من غير حائل بشهوة اوبغيرها والمشهور عند احمد انه ينتقض بباطن كفه وبظاهره۔[2]

اس پر اتفاق ہے کہ جو اپنی شرمگاہ ہاتھ کے علاوہ کسی عضو سے چھُودے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا اور اس کے بارے میں اختلاف ہے جس نے اپنا ذکر ہاتھ سے چھُودیا امام ابوحنیفہ نے فرمایا : مطلقاً نہ ٹوٹے گا۔ امام شافعی نے فرمایا : پشتِ دست سے چھُودے تو نہ ٹوٹے گا اور اگر ہتھیلی کے پیٹ سے بغیر کسی حائل کے شہوت کے ساتھ یا بلا شہوت چھُوجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ۔ اور امام احمد کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ہتھیلی کے باطن و ظاہر کسی طرف سے بھی چھُوجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ۔ (ت)

میزان میں ہے :

وجه من نقض الطهارة بلمس الذكر بظهر الكف اوباليد الى المرفق فهو الاحتياط لكون اليد تطلق على ذٰلك كما فی حديث اذا افضى احدكم بيده الى فرجه وليس بينهما ستر ولا حجاب فليتوضأ۔[3]

ہتھیلی کی پشت سے یا کہنی تک ہاتھ کے کسی حصے سے وضو ٹوٹنے کی وجہ احتیاط کو بتایا گیا ہے اس لئے کہ ہاتھ کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے : جب تم میں کوئی اپنا ہاتھ اپنی شرم گاہ تک پہنچادے اور دونوں میں کوئی پردہ اور حائل نہ رہ جائے تو وہ وضو کرے ۔ (ت)

---

[1] فتح المعین شرح قرۃ العین بیان نواقض الوضوء عامر الاسلام پوربریس کیرس ص ۲۴ و ۲۵

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ باب اسباب الحدث دولۃ قطر ص ۱۳

[3] میزان الشریعۃ باب اسباب الحدث دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۲

انوارِ ائمہ شافعیہ میں ہے :

اسباب الحدث اربعۃ الرابع مس فرج اٰدمی بالراحۃ اوبطن اصبع قبلاکان اودبرا ناسیا اوعامدا من ذکراوانثی صغیرا اوکبیر حی اومیت من نفسہ اوغیرہ ولومس برؤس الاصابع او بما بینہا مما لایلی بطن الکف او بحروف الکفین او مس انثییہ او الیتیہ او عجانہ اوعانتہ لم ینتقض۔[1]

حدث کے اسباب چار ہیں، چوتھا کسی انسان کی شرمگاہ کا مس ہوجانا ہتھیلی سے یا انگلی کے پیٹ سے، آگے کی شرمگاہ ہو یا پیچھے کی، بھُول کر ہو یا قصدًا، مرد کی ہو یا عورت کی، چھوٹا ہو یا بڑا، زندہ یا مُردہ، اپنی شرمگاہ ہو یا دوسرے کی۔ اور اگر انگلیوں کے سروں سے مَس ہوجائے یا انگلیوں کے ان درمیانی حصوں سے جو بطنِ کف سے ملے ہوئے نہیں ہیں، یا ہتھیلیوں کے کناروں سے مس ہو یا انثیین کو یا سرینوں کو یا خصیتین اور دُبر کے درمیان کے حصّے کو یا پیڑو کو چھو دے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

اُسی میں ہے :

الثالث لمس بشرۃ المرأۃ الکبیرۃ الاجنبیۃ بلاحائل فان لمس شعرا اوسنا اوظفرا اوبالشعر اوالسن او الظفر اوصغیرۃ لاتشتہی اومحرما بنسب اورضاع اومصاھرۃ اوکبیرۃ اجنبیۃ مع حائل وان رق ولوبشھوۃ لم ینتقض ولولمس امراتہ اوامتہ اومیتۃ اوعجوزۃ فانیۃ او بلاشھوۃ او بلا قصد انتقض واذاکانت المرأۃ فوق سبع

تیسرا اجنبی قابلِ شہوت عورت کی جلد کا بلغیر حائل چھُوجانا ۔ اگر بال یا دانت یا ناخن کو مس کیا یا بال یا دانت یا ناخن سے مَس کیا یا عورت اتنی چھوٹی ہے کہ قابلِ شہوت نہیں، یا نسب یا رضاعت یا مصاہرت کسی سبب سے وہ محرم ہے یا بڑی اجنبیہ ہے مگر کوئی حائل درمیان ہے اگرچہ باریک ہو اگرچہ شہوت کے ساتھ ہو، تو وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر اپنی بیوی یا باندی یا مری ہوئی یا فانیہ بڑھیا کو مَس کیا یا بے شہوت یا بے ارادہ مس کیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدث مطبع جمالیہ مصر ۱/۳۱

سنین فلاشك فی انتقاض الوضوء بلمسها و اما اذا كانت دون ست سنین فاصحابنا خرجوا علی قولین المذهب انه لاینتقض[1]۔

جب سات سال سے زیادہ کی ہو تو اس کے چھونے سے وضو ٹوٹنے میں کوئی شک نہیں اور اگر چھ سال سے کم کی ہو تو یہاں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔ مذہب یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

عشماویہ اور اس کی شرح جواہر زکیہ للعلامہ احمد المالکی میں ہے :

(و) ینتقض الوضوء (بلمس) اجنبیة یلتذ بمثلها عادة و لو ظفرها او شعرها او فوق حائل خفیف قیل و الکثیف (وان لم یقصد اللذة و لم یجدها فلا وضوء علیه)[2]۔

ایسی اجنبیہ جو عادۃً قابلِ لذت ہے اس کے چھو جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ اس کے ناخن یا بال ہی کو چھوئے یا خفیف حائل کے اوپر سے چھوئے ایک قول ہے کہ دبیز کے اوپر سے بھی۔ اور اگر لذت کا قصد نہیں، نہ لذت پائی تو اس پر وضو نہیں۔ (ت)

حاشیہ علامہ سفطی میں ہے :

قوله لمس اجنبیه هذا ضعیف و المعتمد ان وجود اللذة بالمحرم ناقض ولا فرق بین المحرم وغیرها الا فی القصد وحده بدون وجدان ففی الاجنبیة ناقض وفی المحرم غیر ناقض قوله عادة ای عادة الناس لا المتلذ وحده فخرج به صغیرة لاتشتهی کبنت خمس و عجوز مسنة انقطع منها ارب الرجال بالکلیة قوله و الکثیف قال الشیخ فی حاشیة

ان کا قول "اجنبیہ کو مس کرنا" یہ ضعیف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ محرم سے لذت پالی گئی تو یہ بھی ناقض ہے اور محرم و نامحرم میں فرق صرف یہ ہے کہ قصد ہو لذت نہ ملے تو اجنبیہ میں ناقض ہے اور محرم میں ناقض نہیں۔ ان کا قول "عادۃً" یعنی لوگوں کی عادت کے لحاظ سے، صرف لذت پانے والے کی عادت مراد نہیں تو اس قید سے وہ صغیرہ خارج ہوگئی جو قابلِ شہوت نہیں جیسے پانچ سال کی بچی اور وہ سن رسیدہ بڑھیا جس سے مردوں کی خواہش بالکل منقطع ہوچکی ۔ قولہ "دبیز

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب الطہارۃ فصل اسباب الحدث مطبع جمالیہ مصر ۱/۳۱
[2] الجواہر الزکیۃ شرح مقدمۃ العشماویۃ

ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثۃ خفیف جدا وکثیف لاجدا کالقباء وجدا کالطراحۃ فالاولان حکمھا النقض علی الراجح واما الاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان[1]

سے بھی، شیخ نے حاشیۂ ابوالحسن میں لکھا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ تین قسمیں ہیں: (۱) بہت خفیف (۲) دبیز جو بہت زیادہ دبیز نہ ہو جیسے قبا (۳) اور بہت دبیز جیسے لحاف، تو پہلے دونوں کا حکم بر قول راجح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا اور اخیر میں یہ حکم ہے کہ قصد ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اتفاقًا لذت مل جانے سے نہ ٹوٹے گا۔ (ت)

مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کیے جن کا وضو میں وقوع عادۃً بعید نہ ہو لھذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہُوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ ان میں بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجد میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں اُن سے بدن چھُو جانا بعید نہیں۔ یُوں ہی کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہوجاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا ہے وغیر ذلک۔ کامل احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ اب بے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادۂ وضو کی کراہت اگر ہوگی بھی تو وہاں کہ اعادہ کے لئے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بے وجہ نہیں کہ اسراف ہو۔ اور اگر مواضع خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ کہ رعایت خلاف وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی ردالمحتار وغیرہ، تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی ونجاست باطنی مانی گئیں اثبات وضو میں اُن کا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض ونقض وضو وبعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جس طرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اس کے وقوع سے جتنا وضو ہو چکا ہے اتنا ٹوٹ جاتا ہے یُونہی یہ اشیاء جن سے طہارت ناقص وبے نور ہوجاتی ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کر چکا ہے اُس قدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر یا وضو علی الوضو سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینوں وجہیں مندفع ہوگئیں وللہ الحمد۔

ف: جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرتے میں واقع ہوں تو مستحب ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔

---

[1] حاشیۃ علامہ سفطی علی مقدمۃ العشماویۃ۔

صورت ثانیہ یعنی شک میں فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہو ماسوا ملا علی قاری کے کہ انھوں نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اس کے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منجر مانا۔ مرقاۃ میں فرمایا:

قلت اما قولہ (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینۃ القلب عند الشك ففیہ ان الشك بعد التثلیث لاوجہ لہ وان وقع بعدہ فلا نہایۃ لہ و ھو الموسوسۃ ولھذا اخذ ابن المبارك بظاھرہ فقال لا اٰمن اذا زاد علی الثلث ان یاثم، وقال احمد واسحٰق لایزید علیھا الا مبتلی ای بالجنون لمظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذٰلك یعتقد ان حدثہ ھو الیقین، قال و اما قولہ (ای الامام النسفی) لانہ امر بترك ما یریبہ[1] ففیہ ان غسل المرۃ الاخرٰی مما یریبہ فینبغی ترکہ الی مالا یریبہ وھو ما عینہ الشارح لیتخلص عن الریبۃ والوسوسۃ اھ۔

کافی میں امام نسفی کے قول "شک کے وقت اطمینانِ قلب کے لئے زیادتی" پر یہ کلام ہے کہ تین بار دھولینے کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں، اور اگر اس کے بعد بھی شک واقع ہو تو اس کی کوئی انتہا نہیں اور یہی وسوسہ ہے۔ اسی لئے حضرت ابن مبارک نے ظاہر حدیث کو اختیار کرکے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تین بار سے زیادہ دھونے کی صورت میں وہ گنہگار ہو۔ امام احمد و اسحاق نے فرمایا: تین پر زیادتی وہی کرے گا جو جنون میں مبتلا ہو اس گمان کی وجہ سے کہ وہ اپنے دین میں احتیاط سے کام لے رہا ہے — ابن حجر نے فرمایا: ہم نے ایسے بھی وسوسہ زدہ دیکھے جو سَو بار سے زیادہ ہاتھ دھو کر بھی یہ سمجھتا ہے کہ اب بھی اس کا حدث یقیناً باقی ہے — مولانا علی قاری آگے لکھتے ہیں: امام نسفی کا یہ فرمانا کہ اسے شک کی حالت چھوڑ دینے کا حکم ہے تو اس پر یہ کلام ہے کہ ایک بار اور دھونے سے بھی اسے شک ہی رہے گا تو اسے یہی چاہیے کہ اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرے جس سے شک نہ پیدا ہو اور یہ وہی ہے جسے شارحین نے متعین فرمایا ہے تاکہ شک اور وسوسہ سے چھٹکارا پائے اھ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ تحت الحدیث ۴۱۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۲۴

اقول اولاً[ف۱] شک کے لئے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو و غفلت بخلاف وسوسہ۔ اول بلاشبہہ شرعاً معتبر اور فقہ میں صدہا مسائل اُس پر متفرع۔ اگر اُسے ساقط اللحاظ کریں تو شک کا باب ہی مرتفع ہوجائے گا اور ایک جمِ غفیر مسائل واحکام سے جن پر اطباق و اتفاقِ ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا۔

ثانیاً[ف۲] حدیث دع ما یریبك الٰی مالا یریبك کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک میں ریب ہے اور متیقن بلاریب، نہ یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کر اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کہ یہ مالا یریبك نہ ہوا بلکہ یریبك۔

ثالثاً صحیح مسلم[ف۳] شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا شك احدکم فی صلٰوتہ فلم یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشك ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلٰوتہ وان کان صلی اتماما لاربع کانتا ترغیما للشیطٰن[۱]

جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اُسے چھوڑ دے اور جس قدر پر یقین ہے اس پر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ میں تین ہی رکعتیں سمجھے کہ اس قدر پر یقین ہے اور چوتھی میں شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھ کر) سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرلے اب اگر واقع میں اس کی پانچ رکعتیں ہوئیں تو یہ دونوں سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اس کی نماز کا دوگانہ پورا کر دیں گے (ایک رکعت اکیلی نہ رہے گی جو شرعاً باطل ہے بلکہ ان سجدوں سے مل کر گویا ایک نفل دوگانہ جداگانہ ہوجائے گا) اور اگر واقع میں چار ہی ہوئیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت و خواری ہوں گے (کہ اس نے شک ڈال کر نماز باطل کرنی چاہی تھی اُس کی نہ چلی اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی)۔

یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہے۔

ف۱: تطفل تاسع علی القاری ف۲: تطفل عاشر علیہ ف۳: تطفل الحادی عشر علیہ

[۱] صحیح مسلم کتاب المساجد فصل من شک فی صلوٰۃ فلم یدرکم صلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۱

رابعاً مسند احمد[ف۱] میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی صلٰوۃ یشك فی النقصان فلیصل حتی یشك فی الزیادۃ۔[۱]

جسے نماز میں کامل وناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے کہ کامل و زائد میں شک ہوجائے۔

مثلاً تین اور چار میں شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان میں شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ میں شبہہ ہوجائیگا کہ اب تمامی وزیادت میں شک ہے۔ یہ حدیث سے تو اس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اس کی شرح میں خود مُلا علی قاری فرماتے ہیں:

لیبن علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانھا۔[۲]

یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہوچکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اس کی کمی سے افضل ہے۔

معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیوں نہ جاری فرمایا حالانکہ اُس کی بیشی نماز میں رکعت بڑھادینے کے برابر نہیں ہوسکتی۔

خامساً وہ جو فرمایا[ف۲] تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں۔ برتقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں، اور برتقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اس پر مکلف ہے جو اس کے علم میں ہے نہ اس پر جو علم الٰہی میں ہے جس کے علم کی طرف اسے کوئی سبیل نہیں۔

سادساً معلوم[ف۳] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سرِ انور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسی کا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا، خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے

ف۱: تطفل الثانی عشر علیہ
ف۲: تطفل الثالث عشر علیہ
ف۳: تطفل الرابع عشر علیہ

---

[۱] مسند احمد بن حنبل حدیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۹۵
[۲] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب السہو حدیث ۱۰۲۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۰۸

صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی : یا رسول اللہ! میں سرگندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھول دیا کروں ؟ فرمایا :

انما یکفیك ان تحثی علی راسك ثلث حثیات۔[1] سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کرو یہی کافی ہے۔

آخر امر چہارم میں حدیث ابی داود ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اما المرأۃ فلا علیھا ان لاتنقضہ لتغرف علی راسھا ثلث غرفات بکفیھا۔[2] عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں :

ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ۔[3] پھر سر مبارک پر تین لپ ڈالتے تھے

رواہ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اور خود اپنا فرماتی ہیں :

لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد و مازید علی ان افرغ علی راسی ثلث افراغات۔ رواہ احمد[4] ومسلم۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے، اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں (اسے احمد ومسلم نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ھل تنقض المرأۃ شعرھا عند الغسل حدیث ۱۰۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۶۰
سنن ابن ماجہ " باب ماجاء فی غسل النساء من الجنابۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۵
سنن ابی داود " باب المرأۃ ھل تنقض شعرھا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

[2] " " " " " " " " " ۱/ ۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الغسل باب الوضوء قبل الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹

[4] صحیح مسلم کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلۃ " " ۱/ ۱۵۰
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳

بالجملہ یہی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:[۱]

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر، رواہ ابوداؤد۔[۱]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کرکے سر اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گُندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت)

اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المؤمنین کا یہ فعل وسوسہ تھا۔ حاشا بلکہ وہی اطمینانِ قلب جسے علمائے کرام یہاں فرما رہے ہیں۔

سابعا وھو الحل[۲] صورتیں تین ہیں:

اوّل یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھولیا، ہر بار بالاستیعاب، پھر اس کا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے۔

دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار۔

سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے۔

ملّا علی صورتِ اولٰی سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑے اور جو عدد شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اس پر قانع رہے۔ اس صورت میں اُن کا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مرادِ علماء نہیں، اُن کا کلام صورتِ شک میں ہے اور یہ صورت صورتِ علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مراد ائمہ ہیں اور اُن پر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں ان میں طمانینتِ قلب ضرور مطلوب شرع ہے جن میں سے اُمہات المؤمنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق۔

بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علمائے کرام متظافر ہوں اپنے فہم سے اُس پر اعتراض آسان نہیں

---

[۱] مسئلہ عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔

[۲] تطفل الخامس عشر علیہ۔

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲

معترضین ہی کی لغزشِ نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ و بحر و قاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العٰلمین۔

تنبیہ ۷ : الحمد للہ کلام اپنے منتہے کو پہنچا اور اسراف کے معنے وصور نے بھی بر وجہ کامل انکشاف پایا۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق حکم کی طرف باگ پھیریں۔

اقول انصافاً چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں جسے مطروح و ناقابلِ التفات سمجھے۔

قولِ سوم کی عظمت تو محتاجِ بیان نہیں، بدائع و فتح و خلاصہ کی وقعت درکنار خود ظاہر الروایہ میں محرر المذہب کا نص ہے۔

قولِ دوم کے ساتھ حلیہ و بحر کا اوجہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابوزکریا نووی کے استظہار پر نظر کیجئے تو گویا اُسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اسراف سے نہی پر اجماعِ علما نقل فرماکر نہی سے کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا۔

قولِ چہارم جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اُس کی تحقیق سُن چکے اور یہ کہ وہی مختار درمختار و نہر الفائق و مفاد غنیہ و جواہر الفتاوی و تبیین الحقائق ہے نیز زبدہ و حجہ سے مستفاد کہ ان میں بھی کراہت مطلق ہے، جامع الرموز میں ہے:

تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزبدۃ۔[1]	تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے جیسا کہ زبدہ میں ہے۔ (ت)

ط علی المراقی میں ہے:

فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعھود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء۔[2]	فتاوی الحجہ میں ہے وضو میں تعداد مسنون اور مقدار معہود سے زیادہ پانی بہانا مکروہ ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے میری اُمت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ علامہ طحطاوی نے اس پر اتفاق بتایا قولِ دُر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع[3] (بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی ضائع نہیں جاتا۔ ت) پر لکھتے ہیں:

---

[1] جامع الرموز کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ فصل فی المکروہات دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۸۰

[3] الدر المختار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلو اخرج الماء خارجہ یکرہ اتفاقا اھ[1]، ومن الظاھر ان ھذہ الکراھۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ۔

یعنی اس لئے کہ پانی اس میں دوبارہ لوٹ جائے گا اگر پانی نکال کر اس کے باہر گرائے تو بالاتفاق مکروہ ہے اھ — اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ جائز کے مقابلہ میں مذکور ہے تو تحریمی ہوگا۔ (ت)

اور ہماری تقریرات سابقہ سے اس کے دلائل کی قوت ظاہر، ہاں **قول اوّل** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علّامہ محقق ابراہیم حلبی نے کتب مذہب سے غنیہ میں اس پر جزم فرمایا کما سمعت پھر علّامہ ابراہیم حلبی و علّامہ سید احمد مصری نے حواشیِ دُر میں اُسی پر اعتماد کیا اور اُس کے خلاف کو ضعیف بتایا، دُر مختار میں قولِ مذکور جواہر نقل فرمایا:

الاسراف فی الماء الجاری جائز[2]۔

بہتے پانی میں اسراف جائز ہے۔ (ت)

علّامہ طحطاوی اُس پر فرماتے ہیں:

ضعیف بل ھو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ اھ[3] حلبی۔

یہ قول ضعیف ہے بلکہ آبِ رواں میں بھی اسراف مکروہ ہے چاہے بیچ نہر میں ہو یا کنارے ہو اس لئے کہ بلاضرورت ہے اھ حلبی (ت)

نیز دونوں حاشیوں میں ہے:

من المعلوم ان الاسراف مکروہ تحریما لاتنزیھا[4]۔

معلوم ہے کہ اسراف مکروہ تنزیہی نہیں، تحریمی ہے۔ (ت)

بلکہ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

ھو حرام وان کان فی شط النھر[5]۔

اسراف حرام ہے اگرچہ دریا کے کنارے ہو۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ سنن الوضوء المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۷۲

[2] الدر المختار 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار 〃 〃 المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/۷۲

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[5] شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان فصل فی تفصیل سنن الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۱

اور اس کے ساتھ نص حدیث ہے۔

حدیث ۱: امام احمد بن حنبل وابن ماجہ وابویعلٰی اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نھر جار۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا: یہ اسراف کیسا۔ عرض کی: کیا وضو میں اسراف ہے؟ فرمایا: ہاں اگرچہ تم نہرِ رواں پر ہو۔

اقول اتمام تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے۔ آیہ کریمہ لاتسرفوا انہ لا یحب المسرفین[۲] (اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ ت) مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم وممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں بھی صیغہ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم۔

حدیث ۲: سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

رای رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لاتسرف لاتسرف[۳]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا، اسراف نہ کر اسراف نہ کر۔

حدیث ۳: سعید بن منصور سنن اور حاکم کُنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے

عہ فتاوٰی حجہ سے ایک حدیث ابھی گزری کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میری امت کے بدلوگ ہیں جو پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں۔

ف: وضو میں ممانعتِ اسراف کی حدیثیں۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۱
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

[۲] القرآن الکریم ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱

[۳] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا: یاعبد اللہ لاتسرف اللہ کے بندے! اسراف نہ کر۔ انھوں نے عرض کی: یا نبی اللہ وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف[1] یارسول اللہ! کیا وضو میں بھی اسراف ہے۔ فرمایا: ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے۔

حدیث ۴ مرسل یحیٰی بن ابی عمرو کہ بیان معانی اسراف میں گزری،

فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف[2]	وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔

حدیث ۵ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للوضوء شیطانا یقال لہ الولھان فاتقوا وسواس الماء[3]	بے شک وضو کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام وَلْھان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔

حدیث ۶ مسند احمد و سنن ابی داوٗد و ابن ماجہ و صحیح ابن حبان و مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء[4]	بے شک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دُعا میں حد سے بڑھیں گے۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[5]	جو اللہ تعالٰی کی باندھی ہُوئی حدوں سے بڑھے بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ابوعیسی الدمشقی ۹۰۸۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷۱/ ۹۴
کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی و ابن عساکر عن الزہری مرسلا حدیث ۲۶۲۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۲۲

[2] کنز العمال بحوالہ یحیٰی بن ابی عمرو الشیبانی حدیث ۲۶۲۴۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۲۵

[3] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ الاسراف حدیث ۵۷ دارالفکر ” ۱/ ۱۲۲
سنن ابن ماجہ ” باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۴

[4] سنن ابی داوٗد کتاب الطہارۃ باب الاسراف فی الوضوء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد و ابی داؤد و ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب سنن الوضو قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷

[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

حدیث ۷: ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانه من الشیطان[1]

وضو میں بہت سا پانی بہکانے میں کچھ خیر نہیں، اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

وف۱: نفیِ خیر اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب طرفین برابر ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر، ولہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ۲ کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس و بعد نماز۳ عشاء میں فرمایا:

المراد مالیس بخیر وانما یتحقق فی کلام هو عبادة اذ المباح لاخیر فیه کما لا اثم فیه فیکره فی هذه الاوقات کلها نقله السید ابوالسعود فی فتح الله المعین۔

مراد وہ کلام ہے جو خیر نہ ہو اور خیر کا تحقق اسی کلام میں ہوگا جو عبادت ہو اس لئے کہ مباح میں "کوئی خیر نہیں" جیسے اس میں "کوئی گناہ نہیں"۔ تو مباح کلام بھی ان اوقات میں مکروہ ہوگا۔ اسے سید ابوالسعود نے فتح اللہ المعین میں نہر سے نقل کیا۔ (ت)

اقول مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیه میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر، مگر اس کے فعل پر مؤاخذہ نہیں، اور مؤاخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر و نفع عظیم ہے تو لاخیر فیه وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہو۔

فاصاب۴ رحمه الله تعالٰی فی قوله المراد مالیس بخیر وتسامح فی قوله لاخیر فیه فحق العبارة المباح لیس

صاحبِ نہر نے یہ تو ٹھیک فرمایا کہ مراد مالیس بخیر ہے (وہ جو خیر نہیں) اور اس میں ان سے تسامح ہوا کہ المباح لاخیر فیه (مباح

ف۱: تحقیق مفاد لاخیر فیه

ف۲: مسئلہ طلوع صبح صادق سے طلوع شمس تک دنیوی کلام مطلقاً مکروہ ہے۔

ف۳: مسئلہ نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔

ف۴: تطفل علی النہر ومن تبعه۔

[1] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن انس حدیث ۲۶۲۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۲۷

[2] النہر الفائق کتاب الصلوٰۃ قبیل باب الاذان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۹

فتح المعین " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۷

بخیر کما انہ لیس بشر۔ (میں کوئی خیر نہیں) صحیح تعبیر یہ تھی کہ المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر مباح اچھا نہیں جیسے کہ وہ بُرا بھی نہیں۔ (ت)

ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا:

لاخیر فی السلم فی اللحم[1] گوشت میں بیع سلم بہتر نہیں۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

ھذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز[2] یہ عبارت نفیِ جواز کی تاکید کرتی ہے۔ (ت)

اقول رب عزوجل فرماتا ہے:

لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس[3] ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات، یا اچھی بات، یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔ (ت)

ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیہ مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر نہ فرماتے بلکہ فی شیئ من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۸ حدیث صحیح جس کی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و طحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر وضو کو پُوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں وضو کرکے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا:

ھکذا الوضوء فمن زاد علی ھذا اونقص فقد اساء وظلم اوظلم واساء ھذا لفظ د[4] وقد اورد اسی طرح وضو ہے تو جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا تو یقیناً اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا ــــ یا (فرمایا) ظلم کیا اور بُرا کیا۔ یہ ابوداؤد کے الفاظ

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب السلم مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۹۵

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۲۱۵

[3] القرآن الکریم ۴/۱۱۴

[4] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء ثلثا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸

مطولا مع ذکر صفة الوضوء ومثلہ لفظ الامام الطحاوی مقتصرا قولہ اساء وظلم من دون شک[1]، ولفظ س وق فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی وظلم[2] ولفظ سعید وابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم[3]۔

ہیں۔ اور انھوں نے یہ حدیث طریقۂ وضو کے بیان کے ساتھ طویل ذکر کی ہے۔ اسی کے مثل امام طحاوی کے بھی الفاظ ہیں اور ان کی روایت میں بغیر شک کے صرف اتنا ہے کہ " اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا " ــــ اور نسائی و ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں : تو جس نے اس پر زیادتی کی بہ تحقیق اس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا ــــ سعید بن منصور اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں : جس نے زیادتی یا کمی کی تو یقیناً وہ حد سے بڑھا اور ظلم کیا ــــ (ان تمام روایات کا حاصل یہ ہوا کہ :) (ت)

وضو اس طرح ہے جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا اُس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول و چہارم کی مؤید، بالجملہ ان میں کوئی مذہب مطرود و مطروح نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ بتوفیق الٰہی جانب توفیق چلیے۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) تقدیر شرعی سے زیادہ پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحالِ شک یا دیدہ و دانستہ۔ اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے ــــ اور دوم یہ کہ مثلاً دو یا تین میں شبہہ ہوگیا ــــ یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

ف: مسئلہ مصنف کی تحقیق مفرد۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الطہارۃ باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء الخ " " ص ۳۴

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الطہارۃ باب فی الوضوء کم ھو مرۃ حدیث ۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷

26

رفع عن امتی الخطأ والنسیان[1] وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك۔[2]

ارشاد ہے میری اُمت سے خطا ونسیان اٹھا لیا گیا ہے۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شک پیدا کرے اسے چھوڑ کر وہ لو جس میں شک نہ ہو۔ (ت)

اور دیدہ ودانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لئے ہوگا یا غرض فاسد وممنوع کے لئے یا محض بلاوجہ، برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اس سے منع کی کوئی وجہ، عام ازینکہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے منہ سے ازالہ بدبو یا پان یا چھالیا کے ریزوں کا اخراج، یا حسب بیانات سابقہ وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدت گرما میں تحصیل برودت۔ تو اب نہ رہیں مگر دو صورتیں، اور یہی ان اقوال اربعہ میں زیر بحث ہیں، تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجئے یہ وہی دو قطب ہیں جن پر اُس کا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اُسی تقریر پر نظر ڈالے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد وناروا کے لئے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع وناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو۔

قول اول کا یہی محمل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لئے ہمارے علما نے حدیث ہشتم کو صورت فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں ایک چلّو بلکہ ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف وگناہ وناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اُس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کرے گا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورت اخیرہ کہ محض بلاوجہ زیادت ہو، اوپر واضح ہولیا کہ یہاں تحقق اسراف وحصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہیں، اگر ہوا مثلاً زمین پر بہہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف وناروا ہے۔ اور یہی محمل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب وصحیح بلکہ متفق علیہ ہے، کون کہے گا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز وروا ہے۔ باقی رہی ایک شکل

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۴۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۷۳
کشف الخفاء حدیث ۱۳۹۱ " " " ۱/۳۸۲
" حدیث ۱۳۰۵ " " " ۱/۳۶۰

[2] الجامع الصغیر " ۴۲۱۱ تا ۴۲۱۴ " ۲/۲۵۶ و ۲۵۷

کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو، مثلاً بلاوجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جس کا پانی اسپ وگاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائے گا یا گارا بنانے کے لئے تغار میں پڑے گا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا ہوا سے ریتا اڑتا ہے اُس کے دبانے کی ضرورت ہے' اور انھیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جن کے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح وارد ہیں جن کے سبب اضاعت نہ ہوگی مگر اعضا پر یہ پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈال کر گرانے کو ان میں کیا دخل تھا، لاجرم وہ عبث محض رہا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اس کے ممنوع وناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہی، یہی **قول دوم و سوم** کا محمل ہے، اور قطعاً مقبول وبے خلل ہے بلکہ اتفاق واطباق کا محل ہے۔ اب نہ باقی رہی مگر ان دونوں قولوں پر نظر' وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات علما سے اُس کی تعریف وجوہِ عدیدہ پر ملے گی:

(۱) جس فعل میں غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سَفَہ۔ یہ تفسیر امام بدرالدین کردری کی ہے، امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسی طرح ان سے نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا، اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا، غنیہ حلبیہ میں ہے:

فی المستصفی قال الامام بدر الدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لاغرض فیہ اصلاً[1]

مستصفی میں ہے کہ امام بدرالدین کردری نے فرمایا: عبث وہ فعل ہے جس میں کوئی غرض غیر صحیح ہو' اور سَفَہ وہ ہے جس میں بالکل کوئی غرض نہ ہو۔ (ت)

غنیہ شرنبلالیہ میں ہے:

ف: عبث کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

فی البرھان ھو فعل لغرض غیر صحیح۔[1]

برہان میں ہے وہ ایسا کام ہے جو غرض غیر صحیح کے لئے ہو۔ (ت)

فتح میں ہے:

العبث الفعل لغرض غیر صحیح۔[2]

عبث غرض غیر صحیح کے لئے کوئی کام کرنا ہے۔ (ت)

(۲) جس میں غرض غیر شرعی ہو۔

اقول یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لئے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور اُن کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدرالدین سے اسی طرح نقل کیا۔ عنایہ میں ہے:

قال بدرالدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالاغرض فیہ اصلا۔[3]

بدرالدین کردری نے فرمایا: عبث وہ کام ہے جس میں کوئی غرض تو ہو لیکن شرعی نہ ہو۔ اور سَفَہ وہ ہے جس میں کوئی غرض ہی نہ ہو۔ (ت)

(۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ان دونوں سے اعم ہے کہ اصلاً عدمِ غرض کو بھی شامل اور ثانی سے اخص بھی کہ غرض غیر شرعی صحیح کو بھی شامل۔ یہ تفسیر امام حمیدالدین کی ہے۔ عنایہ میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے:

قال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح۔[4]

امام حمیدالدین نے فرمایا، عبث ہر وہ کام ہے جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

مفرداتِ راغب میں ہے:

یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث۔[5]

عبث اسے کہا جاتا ہے جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر الحکام باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷
[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۶
[3] العنایۃ شرح الھدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ الخ فصل ویکرہ للمصلی " "
[4] " " " " " " " " " " "
[5] المفردات باب العین مع الباء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۲

تفسیر رغائب الفرقان میں ہے :

هو الفعل الذی لاغایة له صحیحة۔[1] عبث ایسا کام ہے جس کا کوئی صحیح مقصد نہ ہو۔ (ت)

(۴) غرض شرعی نہ ہو۔

اقول یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقاً ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل، امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں :

العبث مالاغرض فیه شرعا فانما کره لانه غیر مفید۔[2] عبث وہ ہے جس میں کوئی غرض شرعی نہ ہو، وہ اسی لئے مکروہ ہے کہ بے فائدہ ہے (ت)

(۵) جس میں فاعل کے لئے کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

اقول یہ ۱ و ۳ سے اعم مطلقاً ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لئے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہے تو وہ دو صادق خامس منتفی اور غرض شرعی میں مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔

تعریفات السید میں ہے :

وقیل مالیس فیه غرض صحیح لفاعله[3] اھ اور کہا گیا کہ عبث وہ کام ہے جس میں کرنے والے کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

اقول اشار[ف] الی ضعفه وسیاتیك ان شاء الله تعالٰی انه الحق۔ **اقول** حضرت سید نے اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ دیا اور ان شاء اللہ آگے بیان ہوگا کہ یہی تعریف حق ہے (ت)

ف : تطفل علی العلامة الشریف

عـــہ اور اگر قصد غلط بھی ملحوظ کر لیجئے کہ جس فعل کی غرض فاسد ہے یہ جہلاً اس سے غرض صحیح کا قصد کرے تو ان دو سے بھی عام من وجہ ہوگا ۱۲ منہ۔

---

[1] غرائب القرآن ورغائب الفرقان تحت الآیة ۲۳/ ۱۱۵ مصطفٰی البابی مصر ۱۸/ ۴۲

[2] الکافی شرح الوافی

[3] التعریفات للسید الشریف باب العین انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۶۳

(۶) بے فائدہ کام۔

بحرالرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے:

مالیس بمفید فھو العبث۔[1] جو فائدہ مند نہ ہو وہ عبث ہے۔(ت)

امام سیوطی کی دُرِّ منثور میں ہے: عبثا ای لا لمنفعۃ[2] (عبث یعنی بے فائدہ۔ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

العبث عمل لافائدۃ فیہ ولاحکمۃ تقتضیہ[3] عبث وہ کام ہے جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ کوئی حکمت اس کی مقتضی ہو۔(ت)

جلالین میں ہے: عبثا لا لحکمۃ[4] (عبث بے حکمت۔ت)

غنیہ میں ہے:

الفرقعۃ فعل لافائدۃ فیہ فکان کالعبث[5] انگلیاں چٹخانا ایسا کام ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں تو یہ عبث کی طرح ہوا۔(ت)

اقول عبدالملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل (کیونکہ شے کا جب کوئی ثمرہ نہ ہو تو وہ باطل ہے۔ت) تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی عبثا قال باطلا[6] (عبث کے معنی میں کہا باطل۔ت)

(۷) جس میں فائدہ معتدبہا نہ ہو۔

تاج العروس میں ہے:

قیل العبث مالافائدۃ فیہ کہا گیا عبث ایسا کام ہے جس میں کوئی قابل لحاظ

---

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹

[2] درمنثور

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ فصل فی المکروہات دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۴۵

[4] جلالین تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ النصف الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۹۱

[5] غنیۃ المستملی کراہیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[6] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۸/ ۷۹

یعتد بہا۔[1] | فائدہ نہ ہو۔ (ت)

اقول اسی طرف کلام علامہ ابو السعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا:

عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ[2] اھ فافہم۔ | عبث، جس میں کوئی حکمت بالغہ نہ ہو اھ تو اسے سمجھو۔ (ت)

(۸) اُس کام کے قابل فائدہ نہ ہو یعنی اُس میں جتنی محنت ہو نفع اس سے کم ہو۔

اقول اسے ہفتم سے عموم وخصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہوا جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اُس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم ـــــــــ علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے:

العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بہا او عما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصولیون[3]۔ | عبث لعب کی طرح وہ کام ہے جس میں مطلقاً کوئی فائدہ نہ ہو یا قابلِ لحاظ فائدہ نہ ہو، یا اس فعل کے مقابل فائدہ نہ ہو جیسا کہ اہلِ اصول نے ذکر کیا۔ (ت)

اقول مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہے گا ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر فعل مرادلیں تو ہفتم وہشتم ایک ہوجائیں گے اور اعتراض نہ رہے گا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے۔

(۹) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔

اقول اوّلاً مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے ورا ہو عبث نہیں ہوسکتے۔

ثانیاً حکمت وغایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنے کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ الاسلام گردن نہادن۔

---

[1] تاج العروس باب الثاء فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۲
[2] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ " " " " " " ۶/۱۵۳
[3] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی " " " " " " ۶/۶۱۱

ثالثًا عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اُن تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات السید میں ہے:

العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ[1] عبث ایسے امر کا ارتکاب جس کا فائدہ معلوم نہ ہو۔ (ت)

اقول مگر علم[ف1] بے قصد کیا مفید بلکہ اس کی شناعت اور مزید تو یہ حد جامع نہیں۔

(۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو۔

اقول یہ نہم سے بھی اعم کہ عدمِ علم عدمِ قصد کو مستلزم ولا عکس، تاج العروس میں ہے:

وقیل ما لا یقصد بہ فائدۃ[2] اھ۔ اور کہا گیا وہ جس سے کوئی فائدہ مقصود نہ ہو اھ

اقول او ما[ف2] الی ما تزییفہ وستسمع بعونہ تعالٰی انہ ھو الصحیح۔ **اقول** اس کی خامی کا اشارہ دیا اور بعونہ تعالٰی آگے واضح ہوگا کہ یہی تعریف صحیح ہے۔ (ت)

(۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب ۔۔۔ جوھرہ نیرہ میں ہے:

العبث کل فعل لا لذۃ فیہ فاما الذی فیہ لذۃ فھو لعب[3]۔ عبث ہر وہ کام جس میں کوئی لذت نہ ہو اور جس میں کوئی لذت ہو وہ لعب ہے (ت)

اقول یہ[ف3] اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا، نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف و نعت مقدس کا ورد، تو بعض تعریفات مذکورہ سے اُسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو۔

(۱۲) عبث و لعب ایک شے ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے اور کثرتِ اقوال بھی اسی طرف ہے۔ ابن جریر اُس جناب مشرف بہ تشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون[4] (تم عبث کرتے ہو یعنی کھیل کود کرتے ہو۔ ت) تعیۃً اسی طرح

ف1: تطفل اخر علیہ ف2: معروضۃ علی السید مرتضی ف3: تطفل علی الجوھرۃ

---

[1] التعریفات للسید شریف باب العین انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۶۳

[2] تاج العروس باب الثاء فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۲

[3] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۷۴

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۶/۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۱۱۱

اُن کے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ و مختار الصحاح میں ہے: العبث اللعب[1] (عبث لعب ہے۔ ت) اسی طرح سمین وجمل میں ہے، وسیأتی، مصباح المنیر و قاموس میں ہے: عبث کفرح لعب[2] (عبث فرِح کی طرح (یعنی باب سمع سے ہے) کھیل کا نام ہے۔ ت) تاج العروس میں ہے:

عابث لاعب بما لا یعنیہ ولیس من بالہ[3]	عابث ایسا کھیل کرنے والا جو بے معنی ہے اور جس سے اسے کام نہیں۔ (ت)

صراح میں ہے: عبث بازی[4] (عبث ایک کھیل ہے۔ ت)

درر شرح غرر میں ہے: عبثہ ای لعبہ[5] (عبث یعنی لعب۔ ت)۔

مفردات راغب میں ہے:

العبث ان یخلط بعملہ لعبا[6] الخ **اقول** وانما صار عبثا لما خلط لا لذاتہ فالعبث حقیقۃ ما خلط لا ما خلط بہ۔	عبث یہ ہے کہ اپنے کام میں کوئی کھیل ملا لے الخ **اقول** وہ کام عبث اسی کھیل کی وجہ سے ہوا جو اس میں ملا دیا خود عبث نہ ہوا تو عبث حقیقۃً وہ ہے جس کو ملایا گیا وہ نہیں جس میں ملایا گیا (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

العبث اللعب وقیل ما لا لذۃ فیہ واللعب ما فیہ لذۃ۔[7]	عبث کھیل کو کہتے ہیں اور کہا گیا وہ جس میں کوئی لذت نہ ہو اور لعب وہ جس میں کوئی لذت ہو۔ (ت)

---

[1] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب العین مع الباء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۵۴
مختار الصحاح باب العین موسسۃ علوم القرآن بیروت ص ۴۰۷
[2] القاموس المحیط باب الثاء فصل العین مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۹
[3] تاج العروس باب الثاء " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۲
[4] صراح " " مطبع مجیدی کانپور ۱/۷۵
[5] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۷
[6] المفردات باب العین مع الباء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۲
[7] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۲۷۰

تفسیر ابن جریر میں ہے ، عبثاً العباً و باطلاً[1] (عبث جو لعب اور باطل ہو۔ ت)۔

یہ بارہ تعریفیں[ف1] ہیں اور بعونہٖ تعالٰی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ و ۱۱ کی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اس کی تحقیق چند امور سے ظاہر **فاقول** و باللہ التوفیق **اولاً** لعب[ف2] و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے ثمرو نامفید ہونے کے گرد دورہ کرتا ہے نہایۂ ابنِ اثیر میں ہے :

یقال لکل من عمل عملا لایجدی علیہ نفعا انما انت لاعب[2]۔

جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو اسے کوئی فائدہ دے اس سے کہا جاتا ہے تم بس کھیل کرتے ہو۔ (ت)

علامہ خفاجی سے گزرا :

العبث کاللعب ماخلا عن الفائدۃ[3]۔

عبث، لعب کی طرح وہ کام ہے جو فائدہ سے خالی ہو۔ (ت)

تعریفات علامہ شریف میں ہے :

اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیرفائدۃ[4] اھ **اقول** و تعقیب التعب خرج نظرا الی الغالب ولیس شرطا لازما کما لایخفی۔

لعب وہ بچوں کا کام ہے جس کے بعد تکان آتی ہے فائدہ کچھ نہیں ہوتا اھ **اقول** بعد میں تکان ہونے کا ذکر غالب و اکثر کے لحاظ سے ہوا یہ لعب کی کوئی لازمی شرط نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

ف1 : مصنف کی تحقیق کہ عبث کی بارہ تعریفوں کا حاصل ایک ہے اور اس کی تعریف جامع مانع کا استخراج۔

ف2 : لعب و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنی ہیں۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۲۳ /۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۸ /۷۸

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب اللام مع العین دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴ /۲۱۸

[3] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی تحت الآیۃ ۲۳ /۱۱۵ " " " ۶ /۱۱۱

[4] التعریفات للسید الشریف باب اللام انتشارات ناصر خسرو تہران ایران ص ۸۳

اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے:

اما الهزل فتفسیرہ اللعب وھو ان یراد بالشیئ مالم یوضع لہ وضدہ الجد۔[1]

ھزل کی تفسیر لعب ہے وہ یہ کہ کسی شے سے وُہ قصد کیا جائے جس کے لئے اس کی وضع نہ ہوئی اس کی ضد "جِد" ہے۔ (ت)

اُس کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لاغیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا او التصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا، ارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلا، فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب مالا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل مالا یراد بہ معنی۔[2]

یہاں وضع سے صرف وضع لغت مراد نہیں۔ بلکہ وضع عقل یا وضع شرعی بھی مراد ہے ۔۔۔ اس لئے کہ عقلاً کلام کی وضع اِس لئے ہے کہ اپنے معنی کا افادہ کرے خواہ وہ معنی حقیقی ہو یا مجازی ۔۔۔ اور تصرف شرعی کی وضع اس لئے ہے کہ اپنے حکم کا افادہ کرے ۔۔۔ توجب کلام کا مقصد وہ ہو جس کے لئے عقلاً اس کی وضع نہ ہوئی ۔۔۔ وہ یہ کہ اپنے حکم کا بالکل کوئی فائدہ نہ دے ۔۔۔ اور تصرف کا مقصد وُہ ہو جس کے لئے شرعًا اس کی وضع نہ ہوئی ۔۔۔ وہ یہ کہ اپنے حکم کا بالکل کوئی فائدہ نہ دے ۔۔۔ تو وہ ھزل ہے ۔۔۔ اسی لئے شیخ نے ھزل کی تفسیر لعب سے فرمائی اس لئے کہ لعب وُہ ہے جو بالکل کوئی فائدہ نہ دے اور یہ۔ اس کا مطلب ہے جو شیخ ابو منصور رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ہزل وہ ہے جس سے کوئی معنی مقصود نہ ہو۔ (ت)

تو تفسیر ۲ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب

---

[1] اصول البزدوی فصل الھزل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۷

[2] کشف الاسرار " دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۵۷

وعمل مالا فائدة فیہ[1] (عبث باب تعب (سمع) سے ہے اس کا معنی کھیل کیا اور بے فائدہ کام کیا۔ ت) اور منتخب میں "عبث بفتحتین بازی و بیفائدہ" بطور عطف تفسیری لکھا۔

ثانیًا اقول جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جب تک تصور بوجہ ما و تصدیق بفائدۃ ما نہ ہو یونہی انسان کے ہوش و حواس جب تک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور، یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت، تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لئے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضٰے کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لئے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا میں سوا ایک جمعیت کی تحصیل کے اور کوئی ثمرو نفع اس پر مرتب نہ ہو، بایں معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لئے اصلاً فائدہ سے عاری محض نہ ہوگا، ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لافائدہ و محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اس کا مآل ضرریت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملۃ ناصبۃ ○ تصلٰی نارا حامیۃ[2] عمل کریں مشقت جھیلیں اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ میں غرق ہوں گے۔ تو ۶ سے مقصود وہی ۷ ہے۔

ثالثًا یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ و فعل میں اگرچہ تساوی درکار نہیں تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ۸ سے یہی مراد، اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی ہفتم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہیں بلکہ جیسا کام اُسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے وھذا ماکنا اشرنا الیہ (یہی وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ ت)۔

رابعًا لذتِ لعب شرع کریم و عقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہیں جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اُس سے ترویح قلب مقصود، اب نہ وہ عبث رہے گا نہ حقیقۃً لعب، اگرچہ صورت لعب ہو۔ و لہذا حدیث میں ہے حضور سیدِ اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ف: مسئلہ عبادت و محنت دینیہ کے بعد دفع کلال و ملال و حصول تازگی و راحت کے لئے احیانًا کسی امر مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کا پڑھنا سننا شرعًا مباح بلکہ مطلوب ہے۔

---

[1] مصباح المنیر کتاب العین تحت لفظ "عبث" منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۲/ ۳۸۹

[2] القرآن الکریم ۸۸/ ۳ و ۴

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ، رواہ البیہقی[1] فی شعب الایمان عن المطلب بن عبداللہ المخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لہو ولعب (کھیل کود) کرو کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ تمھارے دین میں سختی و درشتی دیکھیں۔ اسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں مطلب بن عبداللہ مخزومی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لاینافی الکمال وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وجلاءھا اذا صدیت باللھو واللعب المباح[2]۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے مباح لہو کی اجازت ہے اور یہ بعض احوال میں منافیِ کمال نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد "کھیل کود کرو" اس بات کی دلیل ہے کہ جب طبیعت اکتا جائے اور زنگ خوردہ سی ہوجائے تو مباح لہو ولعب کے ذریعہ اسے راحت دینا اور اس کا زنگ دور کرنا مطلوب ہے۔ (ت)

تو ا: بھی ان تفاسیر سے جدا نہیں کہ نہ لعب میں بوجہ لذت فائدہ معتدبہا ہوا نہ عبث سے بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبرہ منتفی۔

خامسًا بلاشبہہ فاعل سے دفع بحث کے لئے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اُس سے فائدہ معتدبہا بمعنی مذکورہ کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بمعنے سے کیا تو اُس پر الزامِ عبث ضرور لازم،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[3]۔

کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۶۵۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الخامس من الاصناف التسعۃ فی بیان آفات الید مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۲۹
کف الرعاع الباب الثانی القسم الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۵۲

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

اور قصد کے لئے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہوسکتا، زید سرِ راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جارہا تھا اس نے ہزار روپے اٹھا کر اُسے دے دیئے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد، کوئی نیت صالحہ نہ تھی، نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا۔ مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے، رب عزوجل فرماتا ہے:

وما اٰتیتم من ربا لیربو عند اللہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون۔[1]

جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دُونے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لامولنك فیعطیه فهذا لایربو عند اللہ، لانه یعطیه لغیر اللہ لیثری ماله۔[2]

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا، پھر اسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھادوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان هذا فی الجاهلیة یعطی احدهم ذا القرابة المال یکثربه ماله۔[3]

یہ زمانۂ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواهما ابن جریر (ان دونوں کو ابن جریر نے روایت کیا۔ ت)۔

ف: مسئلہ صلۂ رحم اور اپنے اقربا کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت اور طبعی محبت کا تقاضا تو اس سے عنداللہ کچھ فائدہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۹

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) عن ابن عباس تحت الآیۃ ۳۰/ ۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۱/ ۵۵

[3] 〃 〃 〃 بحوالہ ابراہیم النخعی 〃 〃 〃 ۲۱/ ۵۵

دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم ومواسات پر مشتمل تھا مگر جب کہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدۂ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو ۹ و ۱۰ میں ملحوظ تھا ____

مفرداتِ راغب میں ہے :

لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصداً صحیحاً[1]. لعب فلاں اس وقت بولتے ہیں جب ایسا کام کرے جس سے وہ کوئی صحیح مقصد نہ رکھتا ہو (ت)

سادساً غرض وہی فائدۂ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۲ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح و اخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وجمل العبث اللعب و مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح[2] (عبث لعب بے فائدہ جس میں غرض صحیح نہ ہو۔ ت) میں سب عطف تفسیری ہیں۔

سابعاً ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض کہتے ہیں ضرور بغرض غیر صحیح ہے تو ۱ و ۳ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنوں ہونگے۔

ثامناً شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدمِ قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث احاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضۂ کتاب کے وقت نامقبول، امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید (اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہو سکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ۴ سوم کی طرف عائد۔ اور ظاہر ہوا کہ بارہ[12] کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول مگر غرض شرعی سے متبادر تر[ع] غرض مطلوب فی الشرع ہے، اب یہ تخصیص بحسب

ع وعن ھذا ما قال فی البحر ع یہی منشا ہے اس کا جو بحر میں فرمایا کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

ف : شرع کے دو معنے ہیں ، مقبول فی الشرع و مطلوب فی الشرع۔

---

[1] المفردات فی غرائب القرآن تحت لفظ "لعب" اللام مع العین نور محمد کارخانہ کراچی ص ۴۶۶

[2] الفتوحات الالٰہیۃ تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۶۷

مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلوٰۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرعی ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف فی تفسیر العبث فذکر الکردری انہ فعل فیہ غرض لیس بشرعی والمذکور فی شرح الھدایۃ وغیرھا ان العبث الفعل لغرض غیر صحیح حتی قال فی النہایۃ مالیس بمفید فھو العبث[1] اھ فاقام الخلاف لاجل التعبیر فی احدھا بشرعی وفی الاٰخر بصحیح ومال سعدی افندی الی ان المراد بالصحیح وھو الشرعی اذ فیہ الکلام فاشار الی نحو ما نحونا الیہ ان التخصیص لخصوص المقام ولقد احسن فی البحر اذ جعل مال فی النہایۃ وغیرھا من الشروح واحدا ولم یلتفت الی الفرق بین الغرض الغیر الصحیح وعدم الغرض ولکن کان عبارۃ العنایۃ محتملا للفرق بہ ایضا حیث نقل للتعریف بما فیہ غرض غیر شرعی وبما لیس فیہ غرض صحیح ثم

عبث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بدرالدین کردری نے فرمایا وہ ایسا کام ہے جس میں کوئی ایسی غرض ہو جو شرعی نہ ہو۔ اور شرح ہدایہ وغیرہا میں ہے کہ عبث وہ کام ہے جو غرض غیر صحیح کے سبب ہو، یہاں تک کہ نہایہ میں فرمایا: جو فائدہ مند نہیں وہی عبث ہے اھ۔ تو صاحب بحر نے ایک میں "شرعی" سے تعبیر اور دوسری میں "صحیح" سے تعبیر کی وجہ سے اختلاف قرار دیا اور سعدی آفندی کا میلان اس طرف ہے کہ صحیح سے مراد وہی شرعی ہے اس لئے کہ کلام اسی سے متعلق ہے۔ تو جس روش پر ہم چلے اسی کی جانب انہوں نے اشارہ دیا کہ یہ تخصیص خصوصیت مقام کے پیش نظر ہے۔ اور بحر میں یہ بہت خوب کیا کہ نہایہ اور اس کے علاوہ شروح کی تعبیرات کا مآل ایک ٹھہرایا اور "غرض غیر صحیح" و "عدم غرض" کے فرق پر التفات نہ کیا۔ مگر عنایہ کی عبارت اس تفریق کا بھی احتمال رکھتی تھی کیونکہ اس میں دونوں تعریفیں نقل کی، "وہ جس میں غرض غیر شرعی ہو اور وہ جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو"۔ پھر کہا کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹

آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے[ف۱] کے لئے دامن اُٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں، اور پیشانی سے پسینہ[ف۲] پونچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہوگیا۔ عنایہ و نہایہ و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قال ولا نزاع فی الاصطلاح[۱] اھ فلذا اجاب عنہ سعدی افندی بان النفی فی التعریف الثانی داخل علی القید[۲] اھ۔ **اقول** و ھو مشکل بظاھرہ فان النفی اذا استولی علی مقید بقید صدق بانتفاء ایھما کان وانما یتم بالتحقیق الذی القینا علیک ان لاوقوع للفعل الاختیاری من دون غرض اصلا اھ منہ عفی عنہ۔

اصطلاح میں کوئی نزاع نہیں اھ۔ اسی لئے سعدی آفندی نے اس کا جواب دیا کہ دوسری تعریف میں نفی قید پر داخل ہے اھ۔ **اقول** اور وہ بظاہر مشکل ہے اس لئے کہ نفی جب کسی ایسی چیز پر وارد ہوتی ہے جو کسی قید سے مقید ہے تو مقید اور قید کسی کے بھی انتفاء سے نفی کا صدق ہوجاتا ہے ــ اب دونوں کے مآل میں وحدت کی بات اسی وقت تام ہوسکتی ہے جب وہ تحقیق لی جائے جو ہم نے پیش کی کہ فعل اختیاری کا وقوع بغیر کسی غرض کے ہوتا ہی نہیں (تو مالیس فیہ غرض صحیح کا مآل یہی ہوگا کہ اس کی کوئی غرض تو ضرور ہے مگر غرض صحیح نہیں ہے اور یہ صورت کہ سرے سے صحیح غیر صحیح کوئی غرض ہی نہ ہو، واقع میں اس کا وجود نہ ہوگا ۱۲ م) ۱۲ منہ (ت)

ف۱: مسئلہ نماز میں مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔

ف۲: مسئلہ نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

---

[۱] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۵۶

[۲] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایۃ " " " " " " " " " " "

27

بحر وغیرہا میں ہے:

کل عمل یفید المصلی لاباس بہ لماروی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرق فی صلٰوتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا واذا قام ف من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی صورۃ[1]

جس کام سے مصلی کو فائدہ ہو اس میں حرج نہیں اس لئے کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک رات نماز میں پسینہ آیا تو حضور نے جبین مبارک سے پسینہ پونچھ دیا، اس لئے کہ اس سے حضور کو تکلیف ہوتی تھی تو پونچھنا مفید تھا ــــ اور جب گرمی کے موسم میں سجدہ سے اٹھتے تو دائیں یا بائیں اپنا کپڑا جھٹک دیتے تاکہ صورت باقی نہ رہے۔(ت)

حاشیہ سعدی افندی میں ہے:

یعنی حکایۃ صورۃ الالیۃ[2]

یعنی سرین کی صورت کی نقل نہ ظاہر ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلیس نفضہ للتراب فلا یرد ما فی البحر عن الحلیۃ انہ اذاکان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لایکون نفضہ من التراب عملا مفیدا[3] اھ ورأیتنی کتبت

تو اسے جھٹکنا مٹی کی وجہ سے نہیں ــــ اس لئے وہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو بحر میں حلیہ سے منقول ہے کہ جب خاک آلود ہونے کے اندیشے سے کپڑا اٹھالینا مکروہ ہے تو مٹی سے اسے جھاڑنا کوئی مفید عمل نہ ہوا اھ۔ اس عبارت پر میرا حاشیہ

ف: مسئلہ گرمی کے موسم میں دامن یا جامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کے لئے کپڑا دہنے بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلاحاجت کراہت۔

---

[1] العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷
البحرالرائق بحوالہ النہایۃ کتاب الصلوٰۃ " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
ردالمحتار " " " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

[2] حاشیۃ سعدی آفندی علی العنایۃ " " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۷

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

علیہ اقول الذی فی الحلیۃ[1] ھٰکذا ثم فی الخلاصۃ والنہایۃ وحاصلہ[2] ان کل عمل مفید للمصلی فلا باس بفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب وما لیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال بہ اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ[1] فقال قلت لکن اذاکان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب (کما تقدم) وانہ قد وقع الخلاف[3] فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبہتہ فی الصلٰوۃ کماستذکرہ[ع]، وانہ قد وقع

یہ ہے: اقول حلیہ کی عبارت اس طرح ہے: پھر خلاصہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مصلی کے لئے مفید ہو اس کے کرنے میں حرج نہیں جیسے پیشانی سے پسینہ پونچھنا، اور مٹی سے کپڑا جھاڑنا ـــ اور جو مفید نہیں ہے اس میں مشغول ہونا مصلی کے لئے مکروہ ہے اھ ـــ حلبی نے اس عبارت پر تین طرح اعتراض کیا، وہ لکھتے ہیں: میں کہوں گا (۱) جب خاک آلود ہونے کے اندیشے سے کپڑا اٹھانا مکروہ ہے تو مٹی سے اسے جھاڑنا کوئی مفید عمل نہ ہوا (۲) اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز میں پیشانی سے مٹی صاف کرنا مکروہ ہے یا نہیں جیسا کہ آگے اسے ہم ذکر کریں گے۔

ع ذکر فیہ معترکا ولم یتخلص من

ع اس میں معرکہ آرائی کی جگہ بتاتی ہے اور (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1]: معروضۃ علی العلامۃ ش

[2]: مسئلہ نمازی کو ہر وہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز وغیر مکروہ ہے اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ و خلافِ اولٰی ہے۔

[3]: مسئلہ سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے جب تو مطلقاً اُسے پُونچھنے میں حرج نہیں اور نہ اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کر دینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ المجمع الاسلامی مبارکپور، ہند ۱/۳۰۵

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کلامه کبیر شیئ **اقول** و الاوفق الالصق باصول المذهب ان لو اٰذاه و شغل قلبه کأن کان فیه صغار حصی او کان کثیرا یتناثر علی عیونه و جفونه مسح مطلقا ولو فی وسط الصلٰوة والاکره فی خلال الصلٰوة ولو فی التشهد الاخیر امابعده وقبل السلام فقد نصوا ان لاباس به بلا خلاف وبعد السلام یستحب المسح دفعا للاذی وکراهة المثلة ففی الخانیة لاباس بان یمسح جبهته من التراب والحشیش بعد الفراغ من الصلٰوة وقبله اذا کان یضر ذٰلك ویشغله عن الصلٰوة وان کان لایضر ذٰلك یکره فی وسط الصلٰوة ولایکره قبل التشهد و السلام[1] اھ وفی الحلیة وفی التحفة

ان کے کلام سے کوئی بڑی بات حاصل نہیں ہوتی۔ **اقول** اصولِ مذہب سے زیادہ مطابق اور ہم آہنگ یہ ہے کہ مٹی سے اگر اسے تکلیف ہو اور اس کا دل بٹے مثلاً یہ کہ اس پر کنکریوں کے ریزے ہوں یا مٹی اتنی زیادہ ہو کہ آنکھوں اور پلکوں پر جھڑ کر گرتی ہو تو اسے صاف کر دے۔ مطلقاً ــ اگرچہ درمیانِ نماز میں ہو ــ ورنہ درمیانِ نماز صاف کرنا مکروہ ہے اگرچہ تشہد اخیر میں ہو، اور اس کے بعد، سلام سے قبل صاف کرنے سے متعلق علما کی بلا اختلاف تصریح ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ــ اور بعد سلام صاف کرنا دفع اذٰی اور کراہت مثلہ کے پیش نظر مستحب ہے۔ خانیہ میں ہے: اس میں حرج نہیں کہ پیشانی سے مٹی اور تنکا نماز سے فارغ ہونے کے بعد صاف کر دے اور اس سے پہلے بھی جب کہ اس سے اسے ضرر ہو اور نماز سے اس کا دل بٹتا ہو۔ اور اگر اس سے ضرر نہ ہو تو درمیانِ نماز مکروہ ہے اور تشہد و سلام سے پہلے مکروہ نہیں۔ اھ ــ حلیہ میں ہے: تحفہ میں ہے کہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ف: مسئلہ مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو۔

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلٰوۃ باب الحدث فی الصلٰوۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۵۷

فضلا عن الثوب فكون نفض

کرنے کی ترغیب آئی ہے تو یہ بات عیاں طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی ظاھر الروایۃ یکرہ فی وسطھا ولاباس بہ اذا قعد قدر التشھد[۱] ونص علی انہ الصحیح ونص رضی الدین فی المحیط علی انہ الاصح الخ وفیھا نصوا علی انہ لاباس بان یمسح بعد ما فرغ من صلٰوتہ قبل ان یسلم[۲]، قال فی البدائع بلاخلاف لانہ لو قطع الصلوۃ فی ھذہ الحالۃ لایکرہ فلأن لایکرہ ادخال فعل قلیل اولٰی[۳] الخ وفیھا عن الذخیرۃ اذا مسح جبھتہ بعد السلام یستحب لہ ذلک لانہ خرج من الصلوۃ وفیہ ازالۃ الاذی عن نفسہ[۴] الخ۔

اقول ولوابقاہ معاذ اللہ ریاء

ظاہر الروایہ میں یہ درمیان نماز مکروہ ہے اور جب بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس پر نص فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور محیط میں رضی الدین نے یہ تصریح فرمائی کہ یہ اصح ہے الخ۔ اور حلیہ میں یہ بھی ہے: علما نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بدائع میں فرمایا اس میں کوئی اختلاف نہیں تو فعل قلیل اختلاف نہیں کیونکہ اس حالت میں اس کا نماز قطع کر دینا مکروہ نہیں تو فعل قلیل داخل کر دینا بدرجۂ اولٰی مکروہ نہ ہوگا۔ اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے: بعد سلام اپنی پیشانی صاف کرے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے اس لئے کہ وہ نماز سے باہر آچکا ہے اور اس میں اپنے سے گندگی (اذی) دور کرنا بھی ہے الخ۔

اقول اور اگر معاذ اللہ ریاکاری کےلئے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] تحفۃ الفقہاء کتاب الصلوۃ باب مایستحب فی الصلوۃ ومایکرہ فیہا دارالفکر بیروت ص ۷۲
[۲] بدائع الصنائع 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی لاہور ۱/ ۲۱۹
[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۲۱۹ و ۲۲۰
[۴] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

الثوب من التراب عملا مفیدا | محلِ نظر ہے کہ مٹی سے کپڑے کو جھاڑنا کوئی مفید عمل ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الناس حرم قطعا کما لایخفی ورأیتنی کتبت علی قول البدائع لوقطع الصلوٰۃ فی ھذہ الحالۃ لایکرہ ما نصہ :

اقول کیف[ف] لایکرہ مع ان الواجب علیہ الانھاء بالسلام لا القطع بعمل غیرہ فان اراد بالقطع الانھاء منعنا القیاس لانہ مامور بہ کیف یقاس علیہ مالیس مطلوبا وھو مالم ینھھا لایقع مایقع الافی خلالھا الاتری الی الاثنا عشریۃ قال فی الھدایۃ علی تخریج البردعی ان الخروج عن الصلوٰۃ بصنع المصلی فرض عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاعتراض ھذہ العوارض عندہ فی ھذہ الحالۃ کاعتراضھا فی خلال الصلوٰۃ[1] اھ وفی الفتح

اسے باقی رکھے تو قطعاً حرام ہے جیسا کہ واضح ہے۔ اور بدائع کی عبارت "اس حالت میں اس کا نماز قطع کردینا مکروہ نہیں" پر میں نے اپنا تحریر کردہ یہ حاشیہ دیکھا :

اقول کیوں مکروہ نہیں جب کہ اس پر واجب یہ ہے کہ سلام پر نماز پوری کرے نہ یہ کہ سلام کے علاوہ کسی عمل سے نماز قطع کردے۔ تو اگر قطع سے ان کی مراد نماز پوری کرنا ہے تو قیاس درست نہیں کیونکہ سلام پر نماز پوری کرنے کا تو اسے حکم ہے اس پر اس عمل کا قیاس کیسے ہوسکتا ہے جو مطلوب نہیں اور جب تک وہ نماز سلام سے پوری نہ کرے جو عمل بھی ہوگا درمیانِ نماز ہی ہوگا کیا وہ مشہور بارہ مسائل پیشِ نظر نہیں — ہدایہ میں فرمایا : امام بردعی کی تخریج پر یہ ہے کہ نماز سے مصلی کا اپنے عمل کے ذریعہ باہر آنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فرض ہے۔ تو ان کے نزدیک اس حالت میں ان عوارض کا پیش آنا ایسا ہی ہے جیسے نماز کے درمیان پیش آنا اھ — اور فتح القدیر میں امام

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف : تطفل علی الامام الجلیل صاحب البدائع۔

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۱۰

وانہ لاباس بہ مطلقا فیہ نظر ظاہر[1] اھ وانت تعلم ان اعتراضہ علی ما نقل عن الخلاصۃ والنہایۃ صحیح الی الغایۃ للتصریح فیہ ان النفض من التراب۔

اور اس میں "مطلقاً" کوئی حرج نہیں ہے اھ۔ ناظر کو معلوم ہے کہ حلبی نے خلاصہ ونہایہ سے جس طرح عبارت نقل کی ہے اس پر ان کا اعتراض بالکل درست اور بجا ہے کیونکہ اس عبارت میں مٹی سے جھاڑنے کی صراحت موجود ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ناقلا عن الکرخی انما تبطل عندہ فیھا لانہ فی اثنائھا کیف وقد بقی علیہ واجب وھو السلام وھو اخرھا داخلا فیھا[2] اھ فاتفق التخریجان ان ما قبل السلام داخل فی خلال الصلوۃ فلو لا یکرہ ما یکون فیہ مما لیس من افعال الصلوۃ ولا مفیدا محتاجا الیہ فتدبر اذ لا بحث مع الاطباق لاسیما من مثلی والاتباع للمنقول وان لم یظھر للعقول، واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ۔

کرخی سے نقل ہے، امام صاحب کے نزدیک ان عوارض کی صورتوں میں نماز اسی لئے باطل ہوتی ہے کہ وہ ابھی اثنائے نماز میں ہے کیوں نہ ہو جب کہ ابھی اس کے ذمہ ایک واجب باقی ہے وہ ہے سلام، یہ نماز کا آخری عمل ہے اور نماز میں داخل ہے اھ ــــ تو امام بردعی وامام کرخی دونوں حضرات کی تخریجیں اس پر متفق ہیں کہ ماقبل سلام، درمیان نماز داخل ہے تو اس حالت میں واقع ہونے والا وہ کام مکروہ کیوں نہ ہوگا جو نہ افعالِ نماز سے ہے نہ مفید ہے نہ اس کی حاجت ہے تو تدبر کرو۔ اس لئے کہ اتفاق موجود ہوتے ہوئے بحث کی ــــ خصوصاً مجھ جیسے سے ــــ گنجائش نہیں۔ اتباع منقول کا ہوگا اگرچہ اس کی وجہ معقول ظاہر نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] البحرالرائق بحوالہ الحلبی کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹

[2] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الحدث فی الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۳۶

اقول وانما قید بقولہ مطلقا لان الثوب ان کان ممایفسدہ التراب کأن یکون من الحدیر المخلوط للرجل اوالخالص للمرأۃ وکان فی التراب نداوۃ فلولم یغسل بقی متلوثا ولو غسل فسد فحینئذ ینبغی ان لاینھی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات، واللہ تعالٰی اعلم۔

ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لافی الخلاصۃ ولا فی النہایۃ فنص نسختی الخلاصۃ ولا یعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ والحاصل ان کل عمل ھومفید لاباس بہ للمصلی وقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ وکان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ و یسرۃ ومالیس بمفید یکرہ کاللعب ونحوہ[1] اھ۔

اقول اعتراض کے الفاظ میں انھوں نے "مطلقاً" کی قید اس لئے رکھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا ہو جو کہ مٹی سے خراب ہوجائے مثلاً مرد کا کپڑا مخلوط ریشم کا یا عورت کا خالص ریشم کا ہو اور مٹی میں نمی ہو اب اگر اسے دھوتا نہیں تو کپڑا خاک آلود رہ جاتا ہے اور دھوتا ہے تو خراب ہوتا ہے ایسی صورت میں مٹی سے بچانا ممنوع نہ ہونا چاہئے کیوں کہ ضرورتوں کے پاس ممنوعات مباح ہوجاتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن معاملہ یہ ہے کہ لفظ "تراب (مٹی)" نہ خلاصہ میں ہے نہ نہایہ میں ہے۔ میرے نسخۂ خلاصہ کی عبارت یہ ہے: "اور اپنے جسم یا کپڑے کے کسی حصے سے کھیل نہ کرے۔ اور حاصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو مفید ہو مصلی کے لئے اس میں حرج نہیں، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ جبین مبارک سے پسینہ صاف کیا اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنا کپڑا دائیں بائیں جھٹک دیتے ۔۔۔ اور جو مفید نہیں وہ مکروہ ہے جیسے لعب اور اس کے مثل اھ۔

ف: مسئلہ اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کے لئے یا خالص ریشمی عورت کے لئے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۷

ونص النهایة علی ما نقل فی البحر مثل ماأثرته عن العنایة بمعناہ وقد صرح فیہ بالمراد اذ قال کیلا یبقی صورۃ ولا تتوجہ علیہ لشیئ من الایرادات بید ان الامام الحلبی ثقۃ حجۃ امین فی النقل فالظاھر انہ وقع ھکذا فی نسختیہ الخلاصۃ والنہایۃ ولکن العجب[1] من البحر نقل عبارۃ النہایۃ مصرحۃ بالصواب ثم عقبہا بالاعتراضات الواردۃ علی لفظ من التراب واقرھا کانہ لیس عنہا جواب۔

اور نہایہ کی عبارت جیسے بحر میں نقل کی ہے بالمعنی اسی کی طرح ہے جو میں نے عنایہ سے نقل کی اور اس میں مراد کی تصریح کردی ہے کیوں کہ اس میں کہا ہے: "تاکہ صورت نہ باقی رہے" اور اس عبارت پر ان تینوں اعتراضوں میں سے ایک بھی وارد نہیں ہوسکتا۔ مگر امام حلبی نقل میں ثقہ، حجت، امین ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ ان کے خلاصہ اور نہایہ کے نسخوں میں عبارت اسی طرح ہوگی جیسے انھوں نے نقل کی ۔ لیکن تعجب بحر پر ہے کہ انھوں نے نہایہ کی عبارت تو صاف صحیح کی تصریح کے ساتھ نقل کی (وہ جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا) پھر بھی اس کے بعد لفظ "تراب" سے متعلق وارد ہونے والے اعتراضات نقل کرکے انھیں برقرار رکھا گویا ان کا کوئی جواب نہیں۔

یہ نہایت[2] کلام ہے تحقیق معنی عبث میں، اب تنقیح حکم کی طرف چلئے و باللہ التوفیق

اقول بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر و ارادۂ شر کو بھی شامل، تو بظاہر مثل اسراف اس کی بھی دو صورتیں، ایک فعل بقصد شنیع، دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی ۔ رب عزوجل نے فرمایا:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لاترجعون[۱]

کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمھیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: حکم عبث کی تنقیح۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

علمانے اس آیۂ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا، تمھاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی، یونہی بھینگے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤ گے نہ حساب نہ کتاب نہ عذاب نہ ثواب، جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیی ومانحن بمبعوثین[1]

یہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔(ت)

اس پر رَد کو یہ آیت اُتری۔

کما تقدم بعض نقله ونزعم العلامة الخفاجی بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاهر[2] ان المراد (ای فی هذه الکریمة) الاول اھ۔

جیسا کہ اس کی کچھ نقلیں گزر چکیں ——— اور علامہ خفاجی نے عبث سے متعلق وہ تین عبارتیں ذکر کیں جو گزر چکیں پھر یہ کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد پہلا معنیٰ ہے اھ ———

اقول اولاً علمت[ف۱] ان الکل واحد وثانیا ان ابقینا[ف۲] التغایر فالظاهر الاخیران لان فی الهمزة انکار ماحسبوه لایجاب ماسلبوه ولیس المراد اثبات فائدة ما ولو غیر معتد بها ولهذا قال فی الارشاد بغیر حکمة بالغة[3] واطلق الجلال لان حکم الله تعالٰی کلها بالغة

اقول اولاً یہ واضح ہو چکا کہ سب تعریفیں ایک ہی ہیں۔ ثانیاً اگر ہم تغایر باقی رکھیں تو ظاہر آخری دو تعریفیں ہیں۔ اس لئے کہ ہمزہ میں ان کے گمان کا انکار ہے تاکہ اس کا اثبات ہو جس کی انھوں نے نفی کی۔ اور مراد یہ نہیں کہ کسی بھی فائدہ کا اثبات ہو جائے اگرچہ قابل لحاظ وشمار نہ ہو۔ اور اس لئے ارشاد میں فرمایا: بغیر حکمت بالغہ کے۔ اور جلال نے مطلق رکھا، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ہر حکم بالغ ہے

ف۱: معروضة علی العلامة الخفاجی

ف۲: معروضة اخری علیه

[1] القرآن الکریم ۲۳ / ۳۷

[2] عنایة القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیة ۲۳ / ۱۱۵ دارالکتب العلمیة بیروت ۶ / ۶۱۱

[3] الارشاد العقل السلیم " داراحیاء التراث العربی بیروت ۶ / ۱۵۳

علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لا یعتد بہا۔ علاوہ ازیں بذاتِ خود حکمت ناممکن ہے کہ غیر معتد بہا ہو۔ (ت)

اور سیدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا:

اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون ۵ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۵[1]

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لئے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کے لئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی و ابوالسعود والجمل قال فی الانوار (اٰیۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذ کانوا یہتدون بالنجوم فی اسفارہم فلا یحتاجون الیہا[2] اھ فاورد ان لا نجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم مایستر النجوم، واجاب فی العنایۃ بانہم لا یحتاجون الیہا غالبا اذا مر الغیم نادر لاسیما فی دیار العرب[3] اھ۔

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور بیضاوی، ابوالسعود اور جمل نے اس کا اتباع کیا۔ انوار التنزیل بیضاوی میں ہے (نشان) گزرنے والوں کے لئے علامت (عبث کرتے ہو) اسے بناکر ــ اس لئے کہ وہ اپنے سفروں میں ستاروں سے راہ معلوم کرتے تھے تو انھیں نشانات کی حاجت نہ تھی اھ۔ اس پر اعتراض ہوا کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے اور رات کو بھی کبھی اتنی بدلی ہوجاتی ہے کہ ستارے چھپ جاتے ہیں ــ عنایۃ القاضی میں علامہ خفاجی نے اس کا یہ جواب دیا کہ زیادہ تر انھیں اس کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ بدلی ہونا نادر ہے خصوصًا دیارِ عرب میں۔ اھ۔

اقول اولا لم یجب عن

اقول اولا دن والی صورت سے

ف: معروضۃ ثالثۃ علیہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الاٰیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۴۷

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۱۹۹

النهار وانما به اکثر الاسفار۔

اعتراض کا جواب نہ دیا جب کہ زیادہ تر سفر دن ہی میں ہوتے ہیں۔

وثانیا ان[ف۱] سلم الندور فعمل مایحتاج الیه ولو احیانا لایعد عبثا قال "مع انه لو احتیج الیها لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتها عبث اھ[۱]"

ثانیا اگر بدلی کا نادرًا ہی ہونا تسلیم کرلیا جائے تو بھی ایسی چیز بنانا جس کی ضرورت پڑتی ہو اگرچہ کبھی کبھی پڑتی ہو، عبث شمار نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں: باوجودے کہ اگر اس کی ضرورت ہو تو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ہر بلندی پر بنائیں اس لئے کہ ان نشانات کی کثرت بلاشبہہ عبث ہے اھ۔

اقول ھذا[ف۲] منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی۔ قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنها المرتفعة تغنی عنها فهی عبث اھ[۲]

اقول یہ ایک دوسرا رخ ہے اس سے قاضی کا اعتراض نہیں اٹھتا۔ آگے لکھتے ہیں: فاضل یمنی نے کہا: ان بلند جگہوں سے ان نشانات کا مقصد یونہی پورا ہوجاتا تھا تو یہ عبث ٹھہرے اھ۔

اقول اولا ارتفاع[ف۳] الاماکن لایبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید قصد۔

اقول اولا جگہوں کی اونچائی اس حد تک نہیں ہوتی کہ عازم سفر جس دور جگہ سے بھی چاہے دیکھ لے۔

وثانیا ھو[ف۴] منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار، وبالجملة ھو وجه

ثانیا یہ ایک تیسرا رخ ہوا۔ اور ہماری گفتگو کلام بیضاوی سے متعلق ہے۔ الحاصل

ف۱: معروضة رابعة علیه

ف۲: معروضة خامسة علیه

ف۳: معروضة سادسة علیه وعلی الفاضل الیمنی۔

ف۴: معروضة سابعة علیهما۔

---

[۱] عنایة القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیة ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۱۹۹

[۲] " " " " " " " " " " " " " " "

ضعیف ولا اعلم له سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطه من تلخیص الکبیر۔

یہ ایک کمزور وجہ ہے اور سلف سے اس کی کوئی سند میرے علم میں نہیں۔ اور نیشاپوری نے بہت اچھا کیا کہ تفسیر کبیر کی تلخیص سے اسے ساقط کر دیا۔

اقول وتعبیری[ف۱] اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعه کما تری۔

اقول میری یہ تعبیر کہ "بے حاجت بھی بناتے تھے" تفسیر کبیر اور اس کے متبعین کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے۔ (ت)

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر[1] فی (أیة) و ھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی[2] (مصانع) و عزاہ للثانی فی المعالم[3]۔

اسے امام مجاہد سے ابن جریر نے "آیہ" کے معنی میں روایت کیا اور ابن جریر، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ان سے "مصانع" کے معنی میں روایت کیا۔ اور معالم التنزیل میں اسے حضرت سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا (ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر و تفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابناء حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد و تتخذون مصانع قال

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور اس کے بعد کے مفسرین نے بھی۔ اور فریابی، ابن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی "وتتخذون مصانع" انھوں نے کہا

ف۱: علی الامام الرازی والبیضاوی وابی السعود۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲۶/۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۱۱۰

[2] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/۲۸۲

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۳۶

قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا[1] و لابن جریر عنہ قال اٰیۃ بنیان[2]۔

مضبوط محل اور دوامی عمارت۔ اور ابن جریر نے ان سے روایت کی کہ آیۃ یعنی عمارت (ت)

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جاتے اُن پر محل بنائے تھے کہ اُن میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے۔ ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان[3] (اسے مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) اور رغائب الفرقان (نیشاپوری) میں ذکر کیا۔ت) یا سرِراہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی[4] وابوالسعود واقتصر علیہ الجلال[5] ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال (اسے بغوی، بیضاوی اور ابوالسعود نے ذکر کیا، اور جلالین میں صرف اسی کو بیان کیا جب کہ اس میں یہ التزام ہو کر اس تفسیر میں صرف اصح اقوال پر اکتفا ہوگی۔ت)

اِن دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصدِ شر و ارادۂ ضرر۔

بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اس کا استعمال معنی دوم ہی پر ہے بیہودہ و بےمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی و ظلم و غضب و زنا و ربا وغیرہا کو۔

اذا تقرر ھذا فاقول ظھر ان لاعتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلوۃ حرام فما ظنك فی الصلوۃ[6] اھ وقد اقرہ فی العنایۃ و

جب یہ طے ہوگیا تو میں کہتا ہوں واضح ہوگیا کہ امام جلیل صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی پر کوئی عتاب نہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ: عبث بیرونِ نماز حرام ہے تو اندرونِ نماز سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اھ — اسے عنایہ و فتح القدیر میں برقرار رکھا

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۸۲
[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) 〃 〃 〃 〃 ۱۹/ ۱۱۰
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۴/ ۱۳۵
غرائب القرآن ورغائب الفرقان 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱۹/ ۶۵
[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۳۷
انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) 〃 〃 دارالفکر بیروت ۴/ ۲۴۸
[5] تفسیر الجلالین تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱۴
[6] الہدایۃ کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۱۹ و ۱۲۰

الفتح وتبعه فی الدرر والغنیۃ و لفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلوٰۃ منہی عنہ فما ظنك فیہا[1] اھ ولفظ المحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلوٰۃ ففی الصلوٰۃ اولٰی[2] اھ۔

اور درر وغنیہ میں اس کا اتباع کیا۔ مولٰی خسرو کے الفاظ یہ ہیں: وہ بیرونِ نماز منہی عنہ ہے تو اندرونِ نماز سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اھ۔ اور محقق حلبی کے الفاظ یہ ہیں: عبث بیرونِ نماز حرام ہے تو اندرونِ نماز بدرجۂ اولٰی (حرام) ہوگا اھ۔

فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول قلت اصل الکلام فی الصلوٰۃ وکل عبث فیہا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعہد فحصل التفصی عما اوردف السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجہا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولٰی ولا یحرم قال والحدیث ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلوٰۃ والرفث فی الصیام والضحك فی المقابر[3] رواہ القضاعی عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا، قید بکونہ

اگر کہئے ان حضرات نے مطلق رکھا ہے اور یہ قسم اول کا حکم ہے میں کہوں گا اصل کلام نماز سے متعلق ہے اور نماز میں ہر عبث قسم اول سے ہے تو اسی کا مراد ہونا متعین ہے اور "العبث" میں لام عہد کا ہے تو اس اعتراض سے چھٹکارا ہوگیا جو سروجی نے غایہ میں وارد کیا اور صاحب بحر نے بحر میں اور شرنبلالی نے غنیہ میں اور شامی نے اس کی پیروی کی۔ (اعتراض یہ ہے) کہ بیرونِ نماز اپنے کپڑے یا بدن سے عبث (کھیل کرنا) خلاف اولٰی ہے، حرام نہیں۔ اور کہا کہ: یہ حدیث "بیشك اللہ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائیں: نماز میں عبث، روزے میں بیہودگی، قبرستانوں میں ہنسنا۔ قضاعی نے یحیٰی بن ابی کثیر سے مرسلاً روایت کی" اس میں عبث کے ساتھ اندرونِ نماز

ف: تطفل علی السروجی والبحر والشرنبلالی وش۔

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراھیۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[3] البحر الرائق بحوالہ القضاعی فی مسند الشہاب کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰

فی الصلوۃ اھ[1]

ہونے کی قید لگی ہوئی ہے اھ۔(ت)

ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع و ناجائز ہوگا نہ دوم پر، اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصدِ معصیت نہ پانی کی اضاعت۔

بل اقول لك ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسه بالحظر والتحریم اصلاً وما کان لانضمام ضمیمة ذمیمة فانما مرجعه الیها دونه وتحقیق ذٰلك انا ارینا ك تظافر الکلمات علی ان مناط العبث علی عدم قصد الفائدة بالفعل وهٰذه حقیقة متحصلة بنفسها ولیس قصد المضر اوعدم قصده من مقوماتها ولا ممایتوقف علیه وجودها کسبب وشرط فیعد من محصلاتها فاذن لیس قصد مضر الامن مجاوراتها وماکان لمجاور یکون حکما له لصاحبه الاترٰی ان البیع یحرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعة واذا سئلت

بلکہ میں کہتا ہوں تم کہہ سکتے ہو کہ بنظرِ دقیق دیکھا جائے تو خود عبث پر منع وتحریم کا حکم بالکل نہیں اور جو حکم منع کسی مذموم ضمیمہ کے شامل ہوجانے کی وجہ سے ہے اس کا مرجع اس ضمیمہ کی طرف ہے عبث کی جانب نہیں ــــ اس کی تحقیق یہ ہے کہ ہم دکھا چکے کہ کلمات کا اس پر اتفاق ہے کہ عبث کا مدار اس پر ہے کہ بالفعل فائدہ کا قصد نہ ہو ــ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو خود حصول وثبوت رکھتی ہے۔ اور مضر کا قصد یا عدمِ قصد اس کا نہ توجز ہے نہ سبب وشرط کی طرح اس پر اس کا وجود موقوف ہے کہ اسے اس کا محصّل شمار کیا جائے۔ تو کسی مضر کا قصد بس اس کا مجاور اور اس سے متصل ہی ہوسکتا ہے اور جو حکم کسی مجاور ومتصل کے سبب ہو وہ دراصل اسی متصل کا حکم ہے اس کے ساتھ والے کا نہیں ــ دیکھئے کسی شرط فاسد سے بیع حرام ہوتی ہے

ف: تحقیق المصنف ان فی تقسیم الشیئ بحسب المجاور لایکون حکم القسم حکم المقسم۔

---

[1] البحرالرائق بحوالہ الغایۃ للسروجی کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰
غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الاحکام علٰی ہامش درر الحکام " " میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۷
ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۰

عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ کما ذکرہ فی غایۃ البیان وغیرھا والصلوٰۃ تکرہ فی ثیاب الحریر للرجل وفی الارض المغصوبۃ و لایمنعک ذٰلک بان تقول اذا سئلت عن حکمہا ان الصلوٰۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منہا فلیستکثر کما رواہ الطبرانی فی الاوسط[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وبالجملۃ یؤاخذ علی المعصیۃ من حیث قصد الشر لامن حیث عدم قصد الخیر وھی انما کانت عبثا من ھذہ الحیثیۃ لامن تلک فلیس الحظر حکم العبث اصلا۔

یوں ہی اذانِ جمعہ کے بعد بیع حرام ہے، اور اگر خود بیع کا حکم پوچھا جائے تو جواب ہوگا کہ جائز، اور کتاب وسنّت واجماعِ اُمّت سے مشروع ہے جیسا کہ اسے غایۃ البیان وغیرہا میں ذکر کیا ہے۔ یوں ہی نماز ریشمی کپڑے میں مرد کے لئے اور غصب کردہ زمین میں کسی کے لئے بھی مکروہ ہے لیکن اگر خود نماز کا حکم پوچھا جائے تو جواب یہی ہوگا نماز ایک وضع شدہ خیر اور نیکی ہے تو جس سے ہوسکے کہ اسے زیادہ حاصل کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ زیادہ حاصل کرے۔ جیسا کہ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ الحاصل معصیت پر مواخذہ اس لحاظ سے ہے کہ شر کا قصد ہوا، اس لحاظ سے نہیں کہ خیر کا قصد نہ ہوا، اور وہ عبث اِسی حیثیت سے ہے اُس حیثیت سے نہیں تو عبث کا حکم ممانعت بالکل نہیں۔ (ت)

اس کا حکم وہی ہے جو ابھی غایۂ سروجی وبحرالرائق وغنیۂ شرنبلالی وردالمحتار سے منقول ہوا کہ خلافِ اولٰی ہے اور یہی مفادِ درمختار ہے،

حیث قال کرہ عبثہ للنھی الالحاجۃ ولاباس بہ خارج الصلوٰۃ[2] اھ فان لاباس لما ترکہ اولٰی۔

اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کا عبث نہی کی وجہ سے مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی حاجت کی وجہ سے ہو اور بیرونِ نماز اس میں حرج نہیں اھ۔ اس لئے کہ لاباس (حرج نہیں) اسی کےلئے بولا جاتا ہے جس کا ترک اولٰی ہے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۴۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۱۸۳

[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱

اور یہی وہ ہے جو قول سوم میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف ذکر نا آداب سے ہے،

اما مافی الحلیة فی مسألة فرقعة الاصابع[ف١] هل یکرہ خارج الصلوٰة فی النوازل یکرہ والظاهر ان المراد کراهة تنزیه حیث لایکون لغرض صحیح اما لغرض صحیح ولو اراحة الاصابع فلا[1] اھ وفی[ف٢] تشبیکها بعد ذکر النهی عنه فی الصلوٰة وفی السعی الیها ولمنتظرها کمثلهم فی الفرقعة مانصه فیبقی فیما وراء هذه الاحوال حیث لایکون عبثا علی الاباحة من غیر کراهة وان کان علی سبیل العبث یکرہ تنزیها[2] اھ وتبعه فیهما ش والبحر فی الاولی وزاد انه لما لم یکن فیها خارجها نهی لم تکن تحریمیة کما اسلفناه قریبا[3] اھ یرید ماقدمنا انه

مگر حلیہ میں انگلیاں چٹخانے کے مسئلہ میں ہے: کیا یہ بیرونِ نماز بھی مکروہ ہے؟ نوازل میں ہے کہ مکروہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہ مراد ہے جبکہ اس کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔ اور اگر کسی غرض صحیح کے تحت ہو اگرچہ انگلیوں کو راحت دینا ہی مقصود ہو تو کراہت نہیں اھ۔ اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے سے متعلق نماز میں، اور نماز کے لئے جانے اور نماز کے انتظار کی حالتوں میں انگلیاں چٹخانے کی طرح نہی کا ذکر کرنے کے بعد حلیہ میں لکھا ہے: ان کے علاوہ احوال میں جہاں کہ عبث نہ ہو بغیر کسی کراہت کے اباحت پر حکم رہے گا اور اگر بطورِ عبث ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگا اھ۔ ان دونوں مسئلوں میں شامی نے حلیہ کا اتباع کیا ہے اور بحر نے پہلے مسئلہ میں اتباع کیا ہے اور مزید یہ لکھا: چونکہ انگلیاں چٹخانے سے متعلق بیرونِ نماز ممانعت نہیں اس لئے وہاں یہ مکروہ

ف١: مسئلہ نماز میں انگلی چٹخانا گناہ و ناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لئے جا رہا ہے۔ اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہو تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلاف اولٰی و ترک ادب ہے۔

ف٢: مسئلہ یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔

---

١ و ٢ حلیة المحلی شرح منیة المصلی

٣ البحرالرائق کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/ ٢٠

ان لم یکن الدلیل نہیا بل کان مفید اللترك الغیر الجازم فهی تنزیہیة[1] اھ وعقب الثانیة بقوله وقد قدمنا عن الھدایة ان العبث خارج الصلوۃ حرام وحملناہ علی کراھة التحریم فینبغی ان یکون العبث خارجھا لغیر حاجة کذلك[2] اھ۔

تحریمی نہیں جیسا کہ کچھ پہلے اسے ہم بیان کرچکے پہلے یہ بتایا ہے کہ اگر دلیل مخالفت نہ کرتی ہو بلکہ غیر جزمی طور پر ترک کا افادہ کررہی ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اھ اور بحر نے مسئلہ دوم کے بعد یہ لکھا ہے کہ: ہم ہدایہ کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں کہ بیرونِ نماز عبث حرام ہے اور اسے ہم نے کراہت تحریم پر محمول کیا تو بیرونِ نماز بے حاجت عبث کا حکم بھی یہی ہونا چاہئے اھ۔

فاقول دعوی کراھة التنزیه مبتنیه علی عدم الفرق بین خلاف الاولی وکراھة التنزیه و زعم ان ترك کل مستحب مکروہ کما قدمنا فی التنبیه الثالث عن الحلیة ان المکروہ تنزیھا مرجعه خلاف الاولی و الظاھر انھما متساویان، وعن البحر ان التنزیه فی رتبة المندوب وعن ش ان ترك المندوب وعن ش ان ترك المندوب مکروہ تنزیھا وقد علمت ماھو التحقیق و باللّٰه التوفیق۔

اس پر میں کہتا ہوں کراہت تنزیہ کا دعوٰی، خلاف اولٰی اور کراہت تنزیہ کے درمیان عدمِ فرق پر اور اِس خیال پر مبنی ہے کہ ہر مستحب کا ترک مکروہ ہے جیسا کہ تنبیہ سوم میں حلیہ کے حوالے سے ہم نے نقل کیا کہ: مکروہِ تنزیہی کا مرجع خلاف اولٰی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں تساوی ہے۔ اور بحر سے نقل کیا کہ کراہت تنزیہ کا مرتبہ مندوب کے مقابل ہے اور شامی سے نقل کیا کہ ترکِ مندوب مکروہ تنزیہی ہے ـــ اور وہاں واضح ہوچکا کہ تحقیق کیا ہے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔

اما ما عقب به الثانیة **فاقول اولا** اعجب واغرب مع انه اسلف الاٰن ان لیس

اب رہا وہ جو بحر نے مسئلہ دوم کے بعد لکھا **تو میں کہتا ہوں اولاً** بہت زیادہ عجیب وغریب ہے باوجودے کہ ابھی انھوں نے

ف: تطفل علی البحر۔

[1] البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹
ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۹
[2] البحر الرائق " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰ و ۲۱

خارجها نهی فلا تحریمیة وثانیا حققنا ان کلام الهدایة فی القسم الاول من العبث فاجراؤه فی الثانی غیر سدید۔

پہلے بتایا کہ بیرونِ نماز نہی نہیں تو مکروہ تحریمی نہیں. **ثانیاً** ہم تحقیق کرچکے کہ ہدایہ کا کلام عبث کی قسم اول سے متعلق ہے تو اسے قسم دوم میں جاری کرنا درست نہیں۔ (ت)

ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لئے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلق کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لئے کرنے سے شرع میں کون سی نہی مصروف ہے کہ کراہت تنزیہ ہو، ہاں خلافِ اولٰے ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولٰے یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو۔ رہی حدیث صحیح:

من حسن اسلام المرء ترکه ما لایعنیه، رواہ الترمذی[1] و ابن ماجة والبیهقی فی الشعب عن ابی هریرة والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخه عن علی المرتضی و احمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن هشام

انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے (اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے، اور حاکم نے کُنٰی میں حضرت ابوبکر صدیق سے اور اپنی تاریخ میں حضرت علی مرتضٰی سے، اور امام احمد نے اور معجم کبیر میں طبرانی نے سید ابن سید حضرت حسین بن علی سے، اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابوذر سے، اور معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے، اور ابن عساکر نے حضرت حارث بن ہشام

ف: تطفل اُخر علیه.

---

[1] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۲۴ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۴۲
سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
مجمع الزوائد کتاب الادب باب من حسن اسلام المرء الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۸

رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسنہ النووی وصححہ ابن عبد البر والہیثمی۔

سے، ان حضرات رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ امام نووی نے اسے حسن اور ابن عبد البر وھیثمی نے صحیح کہا۔(ت)

اقول اس کا مفاد بھی اُسی قدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی، نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی، ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے، تو سوا مہمات کے سب ٹی نہی اگر مباحات سراسر مرتفع ہوجائیں گے۔ لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں:

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحو ذٰلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ و استمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ[1]

انسان کے لئے مہم امور وہ ہیں جو اس کی حیات ومعاش کی ضرورت سے وابستہ ہوں اس قدر خوراک جو اس کی بھوک دور کرکے سیری حاصل کرائے اور پانی اس کی پیاس دور کرکے سیراب کردے اور کپڑا جس سے اس کی ستر پوشی ہو اور وہ جس سے اس کی پارسائی کی حفاظت اور عفت ہو اور اسی طرح کے امور جن سے اس کی ضرورت دفع ہو اور جس میں اس کے معاد وآخرت کی سلامتی ہو وہ نہیں جس میں صرف لطف ولذت اندوزی اور کثرت طلبی ہو۔(ت)

ابن عطیہ مالکی شرح اربعین میں ہے:

مالایعنیہ ھو مالاتدعو الحاجۃ الیہ مما لایعود علیہ منہ نفع اخروی والذی یعنیہ مایدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لایعنیہ ھو مایخاف فیہ فوات الاجر

لایعنی وغیر مہم امور وہ ہیں جن کی کوئی حاجت نہ ہو، جن سے کوئی اُخروی فائدہ نہ ہو۔ اور مہم امور وہ ہیں جن سے ضرورت دفع ہو نہ وہ جن میں لذت اندوزی وآسائش طلبی ہو۔ اور شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا: لایعنی امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور

---

[1] شرح اربعین للامام ابن حجر مکی

والذی یعنیہ ھوالذی لایخاف فیہ فوات ذٰلک[1] اھ مختصرا۔

یعنی مہم وہ امور ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اھ مختصرا۔ (ت)

علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے:

الذی یعنی الانسان من الامور مایتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ وسلامتہ فی معادہ، ومما لایعنیہ التوسع فی الدنیا و طلب المناصب و الریاسۃ[2] اھ ملخصا۔

انسان کے لئے مہم وہ امور ہیں جو اس کی معاشی زندگی اور اُخروی سلامتی کی ضرورت سے متعلق ہوں اور لایعنی وغیر مہم امور دنیا کی وسعت اور منصب و ریاست کی طلب ہے اھ ملخصاً (ت)

تیسیر میں ہے:

الذی یعنیہ ما تعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ دون ما زاد، و قال الغزالی حد مالایعنی ھوالذی لوترک لم یفت بہ ثواب و لم ینجز بہ ضرر[3]۔

مہم امر وہ ہے جو اس کی معاشی زندگی کی ضرورت سے وابستہ ہو وہ نہیں جو زیادہ ہو۔ اور امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسے ترک کردے تو اس سے کوئی ثواب فوت نہ ہو اور اس سے کوئی ضرر عائد نہ ہو۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے:

حقیقۃ ما لایعنیہ ما لایحتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ ودنیاہ ولاینفعہ فی مرضاۃ مولاہ بان یکون عیشۃ بدونہ ممکنا، وھو فی استقامۃ حالہ بغیرہ متمکنا، قال الغزالی وحد مالایعنیک ان تتکلم بکل مالوسکت عنہ

لایعنی کی حقیقت یہ ہے کہ دین و دنیا کی ضرورت میں اس سے کام نہ ہو اور رضائے مولٰی میں وہ نفع بخش نہ ہو اس طرح کہ وہ اس کے بغیر زندگی گزار سکتا ہو اور وہ نہ ہو تو بھی وہ اپنی حالت درست رکھ سکتا ہو ـــــ امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی حد یہ ہے کہ تم ایسی بات بولو جو

---

[1] شرح اربعین للامام ابن عطیہ مالکی

[2] المجالس السنیۃ فی الکلام علی الاربعین للنوویۃ المجلس الثانی عشر الخ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ص ۴۳،۳۲

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من حسن اسلام المرء الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۸۱

لم تأثم ولم تتضرر في حال ولامآل ومثاله ان تجلس مع قوم فتحكي معهم اسفارك وما رأيت فيها من جبال وانهار، وما وقع لك من الوقائع، وما استحسنته من الاطعمة والثياب، وما تعجبت منه من مشائخ البلاد ووقائعهم، فهذه امور لوسكت عنها لم تأثم ولم تتضرر، واذا بالغت في الاجتهاد حتى لم يمتزج بحكايتك زيادة ولا نقصان، ولا تزكية نفس من حيث التفاخر بمشاهدة الاحوال العظيمة، ولا اغتياب لشخص، ولا مذمة لشئ مما خلقه الله تعالٰى، فانت مع ذلك كله مضيع زمانك، ومحاسب على عمل لسانك اذ تستبدل الذي هو ادنى بالذي هو خير، لانك لو صرفت زمان الكلام في الذكر والفكر ربما ينفتح لك من نفحات رحمة الله تعالٰى ما يعظم جدواه ولو سبحت الله تعالٰى بني لك بها قصر في الجنة، ومن قدر على ان ياخذ كنزا من الكنوز فاخذ بدله مدرة لا ينتفع بها

عه وقع في نسخة المرقاة المطبوعة مصر بدرة بالباء وهو تصحيف اهـ منه۔

نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے نہ حال و مآل میں اس سے تمھیں کوئی ضرر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بیٹھ کر لوگوں سے تم اپنے سفروں کا قصہ بیان کرو اور یہ کہو میں نے اتنے پہاڑ اتنے دریا دیکھے اور یہ یہ واقعات پیش آئے اتنے عمدہ کھانوں اور کپڑوں سے سابقہ پڑا، اور ایسے ایسے مشائخ بلاد سے ملاقات ہوئی ان کے واقعات یہ ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو تم نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے، نہ ان سے تمھیں کوئی ضرر ہوتا۔ اور جب تمھاری پوری کوشش یہ ہو کہ تمھاری حکایت میں نہ کسی کمی بیشی کی آمیزش ہو، نہ ان عظیم احوال کے مشاہدہ پر تفاخر کے اعتبار سے خودستائی کا شائبہ ہو، نہ کسی انسان کی غیبت ہو، نہ خدائے تعالٰی کی مخلوقات میں سے کسی شئی کی مذمت ہو تو ان ساری احتیاطوں کے بعد بھی تم اپنا وقت برباد کرنے والے ہو اور تم سے اپنی زبان کے عمل پر حساب ہوگا اس لئے کہ تم خیر کے عوض اسے لے رہے ہو جو ادنٰی و کمتر ہے، کیونکہ گفتگو کا یہ وقت اگر تم ذکر وفکر میں صرف کرتے تو رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تم پر وہ درِ فیض کشادہ ہوتا جس کا نفع عظیم ہوتا۔ اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح کرتے تو اس کے بدلے تمھارے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا۔ جو ایک خزانہ لے سکتا ہو مگر اسے چھوڑ کر ایک بے کار کا ڈھیلا اٹھالے تو وہ کھلے ہوئے خسارہ

عہ مرقاۃ کے مطبوعہ مصر نسخہ میں مدرۃ کی جگہ باء سے بدرہ چھپا ہوا ہے یہ تصحیف ہے ۱۲ منہ (ت)

كان خاسرا خسرانا مبينا، وهذا اعلى فرض السلامة من الوقوع فی کلام المعصية و انی تسلم من الأفات التی ذکرناها[1]۔ | اور صریح نقصان کا شکار اور یہ اس مفروضہ پر ہے کہ معصیت کی بات میں پڑنے سے سلامت رہ جاؤ، اور ان آفتوں سے سلامتی کہاں جو ہم نے ذکر کیں (ت)۔

ف خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا یا رسائی حاصل کرنا اسی قدر امر مہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال واقوال و احوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اور ان کے ترک میں نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وہ قابل ترک ہے مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے اتنے[عہ1] شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ[عہ2] معاملے پیش آئے فلاں فلاں[عہ3] کھانے اور لباس عمدہ پائے ایسے ایسے[عہ4] مشایخ سے

عہ1 اقول مگر جبکہ نیت بیان عجائب صنعت وحکمت وقدرت ربانی و ذکر الٰہی ہو قال اللہ تعالٰی فی الافاق[2] وفی انفسکم افلا تبصرون[3] ۱۲ منہ (اللہ تعالٰی نے فرمایا: دنیا بھر میں، اور خود تم میں کتنی نشانیاں ہیں تو کیا تمہیں سُوجھتا نہیں۔ ت)

عہ2 اقول مگر جبکہ ان کے ذکر میں اپنی یا سامعین کی منفعت دینی ہو اور خالص اُسی کا قصد کرے قال تعالٰی و ذکرھم بایّٰم اللہ[4] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ ت) ۱۲ منہ۔

عہ3 اقول مگر جبکہ اس سے مقصود اپنے اوپر احسانات الٰہی کا بیان ہو کہ ایسی جگہ ایسی بے سروسامانی میں مجھ سے ناچیز کو اپنے کرم سے ایسا ایسا عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالٰی واما بنعمة ربك فحدث[5] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) ۱۲ منہ۔

عہ4 اقول مگر جب کہ علمائے سنت وصلحائے امت کے فضائل کا نشر اور سامعین کو ان سے استفادہ کی طرف ترغیب مقصود ہو عند ذکر الصّٰلحین تنزل الرحمة[6] (صالحین کے ذکر پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ت)

ف: حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت: لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت اور لایعنی کے معنی کا بیان۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان تحت الحدیث ۴۸۴۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۸۵ و ۵۸۶
[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۵۳
[3] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۱
[4] القرآن الکریم ۱۴/ ۵
[5] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱
[6] کشف الخفاء حدیث ۱۷۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۵

ملتا ہوا، یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا[عہ۱] اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی بیشی[عہ۲] نہ ہونے پائے، نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے، نہ اس میں[عہ۳] کسی شخص کی غیبت ہو نہ اللہ تعالٰے کی پیدا[عہ۴] کی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی

عہ۱ اقول ثواب ملنا بھی ایک نوعِ ضرر ہے، خود امام غزالی رحمہ اللہ سے بحوالہ تیسیر او رکلام ابن عطیہ و مرقاۃ میں گزرا کہ جو کچھ آخرت میں نافع ہو لایعنی نہیں، ورنہ اس کے یہ معنی لیں کہ جس کے ترک میں نہ گناہ اخروی نہ ضرر دنیوی تو تمام مستحبات بھی داخل لایعنی ہوجائیں گے اور وہ بداہۃً باطل ہے ۱۲ منہ

عہ۲ اقول یعنی وہ کمی جس سے معنی کلام بدل جائیں جیسے کسی ضروری استثنا کا ترک ورنہ جبکہ ترک کل میں گناہ نہیں ترک بعض میں کیوں ہونے لگا ۱۲ منہ۔

عہ۳ اقول مگر جبکہ جس کی برائی بیان کی وہ گمراہ بدمذہب ہو کر ان کی شناعت سے مسلمانوں کو مطلع کرنا واجباتِ دینیہ سے ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[۱] کیا فاجر کی برائی بیان کرنے سے پرہیز رکھتے ہو، لوگ اُسے کب پہچانیں گے، فاجر میں جو شناعتیں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والامام الترمذی الحکیم فی النوادر والحاکم فی الکنٰی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ عن معٰویۃ بن حیدۃ القشیری والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ۔

عہ۴ اقول مگر جبکہ اُس میں مصلحت دینیہ ہو اور معاذ اللہ اعتراض کے پہلو سے پاک ہو جیسے کچھ لوگ کسی طرف عازمِ سفر ہیں اُن کو بتانا کہ فلاں راستہ بہت خراب ہے اُس سے نہ جانا یا کوئی کسی عورت سے نکاح چاہتا ہے اسے اس کی صورت نسب وغیرہ میں عیوب معلوم ہیں ان کو خالص خیر خواہی کی نیت سے بیان کرنا لحدیث ان فی اعین الانصار شیأ[۲] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

---

[۱] نوادر الاصول الاصل السادس والستون والمائۃ فی ذکر الفاجر دار صادر بیروت ص ۲۱۳
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب الرجل من اہل الفقہ الخ " " " ۱۰/۲۱۰
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/۴۱۸
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الخطیب وغیرہ کتاب آفات اللسان دار الفکر بیروت ۷/۵۵۶
[۲] صحیح مسلم کتاب النکاح باب ندب من اراد نکاح امرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۶

احتیاطوں کے بعد بھی اُس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اُتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنےٰ بات اختیار کر رہا ہے اس لئے کہ جتنی دیر تُو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صَرف کرتا تو غالباً رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیحِ الٰہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں محل[1] چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک ٹکا ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیان کار ہو، اور یہ سب بھی اُس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے، اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں اُن سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو، ہاں مثلاً چارپائی ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اس پر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانیں گے اور بلا ضرورتِ شرعیہ محلِ تہمت میں پڑنا ضرور مکروہ ہے فیذکر عنہ[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[3] وفی الباب عن

کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ جو خدا اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ ٹھہرے اور اس باب میں امیر المومنین

[1] اقول ہر بار تسبیح الٰہی کرنے پر جنت میں ایک پیڑ بویا جانا احادیثِ کثیرہ[2] میں ہے من احادیث ابن مسعود وابن عباس وابن عمر وجابر وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اما بناء القصر فاللہ تعالٰی اعلم۔

[2] اوردہ فی الکشاف من اٰخر سورۃ الاحزاب والعلامۃ الشرنبلالی قبیل سجود السھو من مراقی الفلاح۔

[2] کشاف میں سورہ احزاب کے آخر میں اور علامہ شرنبلالی نے سجدہ سہو کے بیان میں مراقی الفلاح میں لکھا ہے۔ (ت)

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۳۳/ ۵۶ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۵۵۸

کشف الخفاء حدیث ۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷

مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ " " ص ۲۵۸

[2] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۴۷۵ و ۳۴۷۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۸۶ و ۲۸۷

امیر المؤمنین[عہ۱] الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

یہ منشا قول دوم ہے۔

بالجملہ حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقادِ سنیت ہو مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں، اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع و مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقادِ سنیت نہ ہو، اور اگر نہ فسادِ عقیدت نہ اضاعت تو خلافِ ادب ہے مگر عادت کرلے تو مکروہ تنزیہی۔ یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی فقہ جامع و فکر نافع و درکِ بالغ و نورِ بازغ و کمالِ توفیق و جمالِ تطبیق و حسنِ تحقیق و عطرِ تدقیق، وباللہ التوفیق، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اقول اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے:

اولاً اصل حکم وہی ہے جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب اصل میں ارشاد فرمایا کہ بقیۂ احکام کے مناط عقیدت و اضاعت و عادت ہیں اور وہ نفسِ فعل سے زائد۔ فی نفسہ اس کا حکم اُسی قدر کہ قول سوم میں مذکور ہوا۔

ثانیاً دوم و سوم میں اُس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظر صورت ہے ورنہ جب نہ معصیت نہ اضاعت تو حقیقتِ اسراف زنہار نہیں۔

ثالثاً دربارۂ زیادت منع و اجازت میں عادت و ندرت کو دخل نہیں کہ فسادِ عقیدت یا پانی کی اضاعت ہو تو ایک بار بھی جائز نہیں اور ان دونوں سے بری ہو تو بار ہا بھی گناہ و معصیت نہیں کراہت تنزیہی جدا بات ہے، ہاں دربارۂ نقص یہ تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فسادِ عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی کہ تثلیث سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف زیادت کہ ترکِ تثلیث نہیں بلکہ تثلیث پوری کرکے

[عہ۱] رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال من اقام نفسہ مقام التہمۃ فلا یلومن اساء الظن بہ[۱] ۱۲ منہ

[عہ۱] خرائطی نے مکارم الاخلاق میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے تہمت کی جگہ اپنے آپ کو پہنچایا تو بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] کشف الخفاء بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق تحت الحدیث ۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷

زیادت ہے۔

وبہ ظہر ضعف[ف] ما مرعن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدائع الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث والنقص عنہا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتہا اذا زاد اونقص لغیر حاجۃ بان محمل الاول اذا فعلہ مرۃ والثانی علی الاعتیاد فہذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادۃ۔

اسی سے اس تطبیق کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو علامہ شامی سے ہم نے تنبیہ پنجم میں نقل کی۔ تفصیل یہ کہ صاحب بدائع نے تین بار سے کم وبیش دھونے سے متعلق بتایا کہ اگر (کمی بیشی کے مسنون ہونے) کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی نہیں۔ اور صاحب فتح القدیر وغیرہ نے بتایا کہ اگر زیادتی یا بے حاجت کمی کرے تو کراہت ثابت ہے اگرچہ وہ تین بار دھونے کو ہی مسنون مانتا ہو۔ علامہ شامی کی تطبیق یہ ہے کہ نفی بدائع کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی ایک بار کمی بیشی کا مرتکب ہُوا تو کراہت نہیں اور فتح وغیرہ کے اثبات کراہت کا معنٰی یہ ہے کہ اگر کمی یا زیادتی کی عادت کرے تو کراہت ہے۔ اس تطبیق پر کلام یہ ہے کہ کمی کی صورت میں تو یہ تسلیم ہے مگر زیادتی کی صورت میں تسلیم نہیں (جیسا کہ اوپر واضح ہوا۔ م)

امّا الاستناد الی مفہوم تفریع الفتح وغیرہ المار ثمہ وقد تمسک بہ ایضا العلامۃ ط علی ان کراھۃ الاسراف کراھۃ تحریم حیث قال" اقول یاثم بالاسراف ولو اعتقد سنیۃ الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفہوم (ای بیان مفہوم قولہم ان الحدیث

اب ایک بحث اور رہ گئی کہ فتح القدیر وغیرہ میں جیسا کہ وہاں گزرا وعید حدیث کو عدم اعتقاد پر محمول کرکے یہ تفریع کی ہے کہ اگر کسی حاجت کے تحت کمی بیشی کی تو اس میں حرج نہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بلاحاجت کمی بیشی ہے تو مکروہ ہے۔ اس تفریع کے مفہوم سے علامہ شامی نے اسراف کی کراہت پر استناد کیا ہے اور اس سے

ف: حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت، لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت، اور لایعنی کے معنے کا بیان۔

محمول على الاعتقاد) حتى لو رأى سنية العدد و زاد لقصد الوضوء على الوضوء او لطمانينة القلب او نقص لحاجة فلا باس به (اى فافاد ان لو زاد بلاغرض كان فيه باس) ولو كان كما ذكر (ان لاباس الا فى الاعتقاد) لاتكره الزياد مطلقا[1] اھ مزيدا منا بين الاھلة۔

علامہ طحطاوی نے بھی اسراف کی کراہت تحریم پر استناد کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں اگر صرف تثلیث کے مسنون ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی اسراف سے گنہگار ہوجائے گا۔ اسی لئے مفہوم میں ("حدیث اعتقاد پر محمول ہے" اس کلام کے مفہوم کے بیان میں) علما نے کہا ہے کہ "اگر تین کے عدد کو مسنون مانتا ہو اور وضوء علی الوضو کے ارادے سے یا اطمینان قلب کے لئے زیادتی کرے یا کسی حاجت کی وجہ سے کمی کرے تو کوئی حرج نہیں" ۔۔۔ یعنی اس سے مستفاد یہ ہوا کہ اگر بلاغرض زیادہ کرے تو اس میں حرج ہے) اور اگر ایسا ہوتا جیسا ذکر کیا گیا (کہ حرج صرف اعتقاد خلاف میں ہے) تو "مطلقاً" زیادتی مکروہ نہ ہوتی۔ طحطاوی کی عبارت ہلالین کے درمیان ہمارے اضافوں کے ساتھ ختم ہوئی۔

وھذا ھو منزع کلام ش بید انه حمله على التعود واطلق ط **اقول** ولاطلاقه مستندات کما علمت اما[ف] تفصیل ش ان الاسراف یکرہ تنزیھا ان وقع احیانا و تحریما ان تعود فلا اعلم من صرح به وکانه اخذہ من جعل النھر

کلام شامی کا منشا بھی یہی ہے فرق یہ ہے کہ انھوں نے اسے عادت پر محمول کیا ہے اور طحطاوی نے مطلق رکھا ہے **اقول** اور ان کے اطلاق کی تائید میں کچھ قابلِ استناد عبارتیں ہیں جیسا کہ معلوم ہوا ۔۔۔ رہی علامہ شامی کی یہ تفصیل کہ اسراف اگر احیاناً واقع ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور عادۃً ہو تو مکروہ تحریمی ہے، میرے علم میں کسی نے اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ علامہ شامی

ف: معروضة اخرى عليه

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطھارة المکتبة العربیة بیروت ۱/ ۷۲

ترکہ سنۃ مؤکدۃ مع خلافہ
لہ فی حمل الکراھۃ علی
التحریم۔

فاقول ھم انفسھم فی
ابانۃ المفھوم[ج۱۲] وشرح منوطھم الحکم
بالاعتقاد فذکروا تصویرا لایکون
فیہ الزیادۃ والنقص لاجل الاعتقاد
بل لغرض اُخر لان العاقل
لابد لفعلہ من غرض فاذا
لم یکن المشی علی مااعتقد
فلیکن ماذکروا فلا یدل علی
ادارۃ الامر علی ھذا التصویر ولا
لخالف الشرح المشروح فان
المشروح ناطہ الاعتقاد
وصرح ان لوزاد او نقص
واعتقد ان الثلاث
سنۃ لایلحقہ الوعید
کما تقدم عن البدائع
وھذا ینوطہ بشیئ اُخر
غیرہ، وبالجملۃ لانسلم
ان لشرح المفھوم مفھوما
ما اُخر وان[ف۲] سلم فمفھومہ

نے شاید اس کو اس سے اخذ کیا ہے کہ صاحبِ نہر
نے ترکِ اسراف کو سنّتِ مؤکدہ قرار دیا ہے باوجودیکہ
صاحبِ نہر نے اسراف کی کراہت کا تحریمی ہونا ظاہر
کیا تو علامہ شامی نے ان کی مخالفت کی ہے۔

اب تفریع مذکور کے مفہوم سے استناد پر
میں کہتا ہوں وہ حضرات تو خود مفہوم کی توضیح
کر رہے ہیں اور اس بات کی تشریح فرما رہے ہیں
کہ حکم حدیث کو انھوں نے اعتقاد سے وابستہ
رکھا ہے اسی کے لئے انھوں نے ایسی صورت
پیش کی ہے جس میں زیادتی یا کمی اعتقاد کی وجہ
سے نہ ہو بلکہ کسی اور غرض کے تحت ہو۔ اس لئے
کہ کارِ عاقل کے لئے کوئی غرض ہونا ضروری ہے۔
تو اگر اس کے اعتقاد پر نہ چلیں تو وہی ہونا چاہئے
جو ان حضرات نے ذکر کیا (اب اگر اعتقاد کو بنیاد
نہ مان کر مطلقًا اسراف کو مکروہِ تحریمی کہتے ہیں ۱۲م)
تو یہ اس کو نہیں بتاتا کہ مدارِ کار اُس صورت پر
ہے جو ان حضرات نے پیش کی ورنہ شرح اور
اور مشروح میں مخالفت لازم آئے گی اس لئے
کہ مشروح نے تو حکم کا مدار اعتقاد پر رکھا ہے اور
یہ صراحت کر دی ہے کہ اگر تین بار دھونے کو سنت
مانتے ہوئے زیادتی یا کمی کی تو وعید اسے لاحق
نہ ہوگی جیسا کہ بدائع سے نقل ہوا۔ اور شرح حکم
کو اس کے علاوہ کسی اور چیز سے وابستہ کرتی ہے۔

ف۱: معروضۃ ثالثۃ علیہ وعلی العلامۃ ط۔

ف۲: معروضۃ رابعۃ علی ش واخری علی ط۔

معارض لمنطوق البدائع وغیرھا والمنطوق مقدم فافھم۔

الحاصل ہم یہ نہیں مانتے کہ شرح مفہوم کا کوئی دوسرا مفہوم ہوسکتا ہے۔ اگر اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کا مفہوم بدائع وغیرھا کے منطوق کے معارض ہے اور منطوق مقدم ہوتا ہے۔ تو اسے سمجھو۔

رابعاً جبکہ حدیث نے بے قید حال ومکان زیادت ونقص پر حکمِ اسارت وظلم وتعدی فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت، لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشاء ونیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا جس سے بے قید حال ومکان مطلقاً حکم تعدی واسارت ہو۔

خامساً بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص وزیادت ہو تو وعید نہیں صحیح ونجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشاء وغایت ومقصد ونیت میں مواخذہ سے پاک ہے کما علمت ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیسا کہ واضح ہوا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہیے، اور خدا ہی مالکِ توفیق ہے۔ ت)

الحمدللہ اس امر مہم اعنی حکم اسرافِ آب کا بیان ایسی وجہ جلیل وجمیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام:

برکات السماء فی حکم اسراف الماء

رکھنے کے قابل، والحمدللہ علی نعمہ الجلائل وصلی اللہ تعالٰی علی سید الاواخر والاوائل وآلہ وصحبہ الکرام الافاضل۔

فائدہ مہمہ [ف۱]: وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لئے چند امور کا لحاظ رکھیں:

(۱) وضو [ف۲] دیکھ دیکھ کر ہوشیاری واحتیاط کے ساتھ کریں، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو

ف۱: فائدہ: وہ باتیں جن کے لحاظ سے وضو میں پانی کم خرچ ہو۔

ف۲: مسئلہ وضو میں جلدی نہ چاہئے بلکہ درنگ احتیاط کے ساتھ کرے، عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا، نماز بوڑھوں کی سی، یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔